چلد ۷ فروری ۱۹۶۶ء شمارہ ۲

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِؕ

آلِ عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

شوال ۱۳۸۵ھ تبلیغ ۱۳۴۵ھ

فروری ۱۹۶۶ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ چھ روپے
فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر چوہدری محمد ابراہیم مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۰ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ ۰ شمارہ ۲

۱۵، فروری سنہ ۱۹۶۶ء

پیشگوئی مصلح موعود کے دو مہتم بالشان پہلو

خلافتِ ثالثہ کا قیام اور ایک نئے مبارک دور کا آغاز

۲۰، فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی جو عرفِ عام میں "پیشگوئی مصلح موعود" کے نام سے موسوم ہے دو مہتم بالشان پہلوؤں پر مشتمل تھی۔ ایک پہلو سے تو یہ پیشگوئی مصلح موعود یعنی ایک عظیم الشان صفات والے اولوالعزم فرزندِ موعود کی بشارت پر مشتمل تھی۔ جو سیدنا و امامنا امیر المومنین، فضلِ عمر، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اعلیٰ درجاتہ فی اعلیٰ علیین و عباد اللہ المقربین کے وجودِ باجود میں بڑی شان اور آب و تاب سے پوری ہوئی۔ دوسرے پہلو کے اعتبار سے یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ذریت کے تا قیامت سرسبز رہنے اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد کے نسلاً بعد نسلٍ، تا قیامت جاری رہنے کی بشارت پر مشتمل تھی جس کا صاف اور واضح مطلب یہ تھا کہ مصلح موعود کی موعودہ برکات اس کے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ذریت اور آپؑ کی قائم کردہ جماعت میں جاری رہیں گی اور اسلام کو دنیا کے کناروں تک پھیلانے اور اس کے غلبہ کو تا قیامت قائم و دائم رکھنے کا کام انجام پذیر ہوتا چلا جائے گا۔ ذیل میں ہم پیشگوئی کے ان دونوں مہتم بالشان پہلوؤں اور ان کے ایمان افروز ظہور پر روشنی ڈال کر اس پیشگوئی کی عظمت اور اس کی تا قیامت جاری رہنے والی اثر پذیر یا اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔

جہاں تک پیشگوئی کے اول الذکر پہلو یعنی اولوالعزم فرزند موعود کی بشارت کا تعلق ہے یہ پہلو حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کے فرزند دلبند گرامی ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ والاصفات میں جس عظمت و شان کے ساتھ پورا ہوا وہ اظہر من الشمس ہے اور ایک زمانہ اس کا قائل و معترف ہے۔ اپنے اور پرائے اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ روئے زمین پر بسنے والے کروڑہا مسلمانوں میں سے یہ صرف اور صرف آپ ہی کا نادرِ روزگار وجود تھا جس نے حسبِ بشارات انتہائی نامساعد حالات اور بکمال درجہ بے بضاعتی کے باوجود اس زمانہ میں روئے زمین پر تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے ایک ایسے وسیع و مضبوط اور ہمہ گیر نظام کی بنیاد ڈالی جس کی نہ صرف اس زمانہ میں بلکہ ازمنۂ گزشتہ میں بھی اور کوئی مثال نہیں ملتی۔ آج حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کے اس مسیحی نفس اولوالعزم فرزندِ موعود کے قائم کردہ تبلیغی نظام کی بدولت مشرق و مغرب کے ممالک میں اسلام کا پیغام اس شان سے پہنچ رہا ہے اور دنیا کی ہر قوم اور ہر نسل کے لوگ ایسے والہانہ انداز میں اسلام کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں کہ وہ تمام مخالف مذاہب جو پہلے اسلام کو نابود کرنے کے درپے تھے اور ساری دنیا پر چھائے ہوئے تھے حیران و پریشان ہیں کہ اسلام کے تنِ مُردہ میں یہ جوانی کی سی تب و تاب اور قوت و توانائی کیسے عود کر آئی کہ وہ اب دنیا میں پھیلتا اور آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ جب آج سے ستر پچھتر سال قبل حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں مبعوث ہو کر اعلان فرمایا تھا کہ روئے زمین پر اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے اور باقی تمام مذاہب مردے اور اُن کے خدا بھی مردے ہیں اور یہ کہ اسلام اب اپنی حیات بخش تاثیرات کے بل پر دنیا میں غالب آکر رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اسے غالب آنے سے روک نہیں سکے گی اور اس کے عملی ثبوت کے طور پر جب آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کو دنیا کے سامنے بڑی شدّ و مد کے ساتھ پیش فرمایا تھا تو دوسرے مذاہب کے کان اُسی وقت ہی کھڑے ہو گئے تھے اور انہوں نے اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار سے خطرہ محسوس کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کا یہ اعلان اور آپ کے پیش کردہ صداقتِ اسلام کے زبردست دلائل اور اس کے عملی ثبوت کے طور پر تازہ بتازہ خدائی نشانوں کا تذکرہ یورپ اور باقی مغربی دنیا میں پہنچا تو عیسائی مشنریوں کی ۱۸۹۴ء کی عالمی کانفرنس منعقدہ لندن میں لارڈ بشپ آف گلاسسٹر ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ نے احمدیت کی شکل میں اسلام کے دوبارہ ابھرنے کے خلاف عیسائی پادریوں کو زوردار الفاظ میں خبردار کیا۔ انہوں نے اپنے خطبۂ صدارت میں بڑی ہی فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:-

"اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحبِ تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں نئی طرز کا اسلام ابھر کر ہمارے سامنے آ رہا ہے اور اس جزیرہ میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں ... یہ نئی طرز کا اسلام ان بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بنا پر محمدؐ کا مذہب ہماری نگاہ میں قابلِ نفرین قرار پاتا ہے۔ اس نئے اسلام کی وجہ

سے محمدؐ کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔"

[دی آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف دی اینگلیکن کمیونین ۱۸۹۴ء ص ۶۴]

یہ اُس زمانہ کی بات ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی شائع ہوئے صرف آٹھ سال ہوئے تھے اور اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ولادت پر ابھی پانچ سال کا عرصہ ہی گزرا تھا۔ جب آگے چل کر آپ کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حسب پیشگوئی جو زندگی کے خواہاں تھے موت کے پنجہ سے ان کے نجات پانے اور جو قبروں میں دبے پڑے تھے ان کے باہر آنے اور اس طرح دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہونے کی آسمانی سکیم بروئے کار آئی اور مشرق و مغرب کے دور دراز ممالک میں تبلیغی مشنوں کے اجراء، مساجد کی تعمیر، مختلف زبانوں میں قرآنِ مجید کے تراجم کی اشاعت اور نہایت ہی مخلص و فدائی نومسلموں کی جماعتوں کے قیام کے ذریعہ اسلام ہر خطہ اور ہر ملک میں پوری قوت اور پوری شان کے ساتھ پھیلنے لگا تو مغربی ممالک کے وہ عیسائی حلقے جو پیشگوئی مصلح موعود کی اشاعت کے وقت سے ہی خطرہ محسوس کر رہے تھے بری طرح بلبلا اٹھے اور انھوں نے عیسائیت کی ناکامی اور اسلام کی روز افزوں ترقی پر واویلا شروع کر دیا چنانچہ مغرب کے عیسائی اخبارات نے وہ چیخ و پکار ڈالی اور اس قدر شور مچایا کہ بس آسمان ہی سر پر اٹھا لیا۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہم ذیل میں سوئٹزرلینڈ کے اخبار "فرائیڈنکر" (FREIDENKER) کا ۱۹۶۱ء کا ایک اقتباس یہاں درج کرتے ہیں۔ اخبار مذکور نے لکھا:-

"ہر چند کہ بالعموم مسیحیت کی طرف منسوب ہونے والے انفرادی طور پر اپنی اپنی جگہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ باطنی اعتقاد کے لحاظ سے مامون و مصئون ہیں اور بلاشبہ اس مصئونیت کے بارہ میں لوگ اکثر و بیشتر باتیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ بایں ہمہ جہاں تک کلیسیا کا اپنا تعلق ہے وہ گوناگوں مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا ہے اور اسے ان پریشانیوں کے دور ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ اس پر مستزاد یہ کہ سابقہ پریشانیوں میں نئی پریشانیوں کا برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ اِن نئی پریشانیوں میں سے ایک **اسلام** ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ" **اس زمانہ کا حملہ آور اسلام ہے**"......

آج ہم کسی ایسی صورتِ حال سے دوچار نہیں ہیں کہ زمانہ گزشتہ کی طرح عرب فوجیں چمکیلی اور خم دار تلواریں ہاتھوں میں لئے بوڑھے اور ضعیف یورپ کی طرف بڑھی چلی آ رہی ہوں۔ آج اسلام جن ہتھیاروں سے

حملہ آور ہے وہ سابقہ ہتھیاروں کی نسبت بہت نرم و نازک ہیں لیکن اثر کے لحاظ سے خمدار تلواروں سے کسی طرح کم نہیں ہیں "سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے" ۔ المسیح الموعود ۔ ناقل)

ہمارے زمانہ میں اسلام کا حملہ ان تبلیغی مشنوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے جن کی پیش قدمی بالخصوص افریقہ اور ایشیا میں کچھ ایسی نوعیت کی حامل ہے کہ اُسے روکنا آسان نہیں ہے ۔ ان دونوں براعظموں میں اسلام کی تبلیغی مہم بڑی مضبوطی سے اپنے پاؤں جماتی چلی جا رہی ہے اور دن بدن اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ یہی وہ صورتِ حال ہے جو عیسائی مشنوں کے کام کو مشکل اور ان کی زندگی کو تلخ بنانے کا موجب بنی ہوئی ہے ۔

مزید برآں اسلام اپنی ان تبلیغی کامیابیوں پر جو اسے افریقہ اور ایشیا میں حاصل ہو رہی ہیں اکتفا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے بلکہ وہ دوسری طرف پوری دلیری کے ساتھ عیسائی یورپ کے قلب کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے ، وہ اس طرح کہ خود یہاں ہمارے درمیان اس کی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے ۔ کلیسیا اس صورتِ حال پر بہت پریشان ہے اور اسے وہ اپنے لئے ایک چیلنج تصور کرتی ہے ۔ خود عیسائی پریس کی وساطت سے جو حقائق اور خطرات ہمارے علم میں آئے ہیں ان کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہمبورگ ، فرانکفورٹ ، اور برلن میں مساجد کی تعمیر پہلے ہی عمل میں آ چکی ہے ۔ اب ایک چوتھی مسجد خود عیسائیت کے گڑھ میونخ میں تعمیر کی جائے گی جس کے ساتھ ایک ہوٹل بھی ہو گا ۔ اس مسجد کے متعلق خیال یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے ایک ثقافتی مرکز کا کام دے گی ۔ اسی طرح گزشتہ تیرہ سال سے زیورچ میں احمدیہ مسلم مشن قائم ہے جو پاکستان کے ایک نہایت سرگرم اور باہمت پاکستانی کی سرکردگی میں کام کر رہا ہے ۱۹۵۴ء میں قرآن کا ایک نیا جرمن ترجمہ کیا گیا تھا ۔ اب حال ہی میں اس کا دوسرا اڈیشن شائع ہوا ہے ۔ مزید برآں زیورچ میں بھی ایک مسجد تعمیر ہونے والی ہے جس کے ساتھ مشن کے دفاتر اور جلسے وغیرہ منعقد کرنے کے لئے علیحدہ کمرے تعمیر کئے جائیں گے ۔ مسجد گنبد اور مینار وغیرہ سے مزین ہو گی (یہ مسجد جون ۱۹۶۲ء میں تعمیر ہو کر مکمل ہو چکی ہے ۔ ناقل)"

اسی طرح سوئٹزرلینڈ ہی کے ایک اور اخبار BERNER TAGBLATT نے اپنے ۱۱ جون ۱۹۶۱ء کے شمارہ میں دنیا کے مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشنوں کی تفصیل اور ان مشنوں کی کارکردگی اور اس کے حوصلہ افزا نتائج کا ذکر کرنے کے بعد لکھا :-

"یہ جماعت خود اور اس کا اپنے مولد و مسکن سے نکل کر پوری دنیا میں اس قدر مضبوطی سے پھیل جانا نوعِ انسان کی روحانی تاریخ کے عجیب و غریب واقعات میں سے ایک عجیب و غریب واقعہ اور نشان ہے ۔"

اب کون کہہ سکتا ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ حسب پیشگوئی

حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ نہیں آیا اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ نہیں کھڑا ہُوا۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ حسب پیشگوئی آپ دنیا میں اسیروں کی رستگاری کا موجب نہیں ہوئے اور یہ کہ آپ نے زمین کے کناروں تک شہرت نہیں پائی اور اقوامِ شرق و غرب نے آپ سے برکت حاصل نہیں کی۔ آپ کے ذریعہ حق کا اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آنا، باطل کا اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہونا، اسیروں کا رستگاری حاصل کرنا، اقوام شرق و غرب کا اسلام کے نور سے منور ہو کر آپ سے برکت پانا اور اِس بنا پر آپ کی شہرت کا زمین کے کناروں تک پھیل جانا ــــــ یہ وہ مونہہ بولتے حقائق ہیں جن کے اپنے اور پرائے حتیٰ کہ دشمن تک معترف ہیں اور اس امر پر دال ہیں کہ پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا اوّل الذکر پہلو جو مسیحی نفس اولوالعزم فرزند موعود کی ولادت اور اس کے ذریعہ رونما ہونے والے عظیم الشان روحانی انقلاب کی بشارت پر مشتمل تھا سیّدنا حضرت فضلِ عمر خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وجود باجود میں بڑی شان اور آب و تاب سے پورا ہوا اور اِس طرح ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہو کر ہمیں غیر معمولی شرف اور لازوال روحانی مسرتوں سے مالا مال کرنے کا موجب بنا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

---

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی اپنے دوسرے مہتم بالشان پہلو کے اعتبار سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت طیبہ کے تاقیامت سرسبز رہنے اور غلبۂ اسلام کے ضمن میں مصلح موعود کے کام کے نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک جاری رہنے کی بشارت پر مشتمل ہے۔ چونکہ اِس پہلو کے ظہور کا زمانہ پیشگوئی کی ترتیب کے لحاظ سے سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھائے جانے یعنی آپ کے وصال کے بعد شروع ہونا مقدر تھا اِس لئے یہ پہلو خاص ظہور مصلح موعود کے تعلق اور تسلسل میں اِس کثرت اور تواتر کے ساتھ جماعت کے سامنے نہیں آتا رہا جس کثرت اور تواتر سے اوّل الذکر پہلو اور اس کا عملی ظہور جماعت کے سامنے آتا رہا ہے۔

دراصل سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وجود باجود مثیلِ مسیح موعود ہونے کی حیثیت میں غلبۂ اسلام کی آسمانی سکیم کا ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی جزو تھا۔ آپ نے حسب پیشگوئی غلبۂ اسلام کی اُس جدوجہد کو جس کا آغاز باذن اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا تھا اپنی موعودہ عدیم النظیر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اللہ تعالےٰ کی خاص تائید و نصرت کے ماتحت دنیا کے کناروں تک وسیع کر دیا۔ اِس طرح دنیا کے مختلف ممالک میں مساجد کی تعمیر اور نو مسلموں کی جماعتوں کے قیام کے ذریعہ مشرق و مغرب میں بسنے والی اقوام نے آپ سے برکت پائی اور آپ کی شہرت زمین کے کناروں تک پھیلی۔ خدا تعالےٰ چاہتا تھا کہ غلبۂ اسلام کی یہ جدوجہد آپ کے وصال کے بعد بھی اسی طرح جاری رہے تا بالآخر اسلام کے عملی طور پر پورے

کرۂ ارض پر غالب آنے سے یہ دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں اور دن اور رات آپ پر درود بھیجنے والوں سے ہی آباد نظر آئے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بھی ایسے وجود پیدا ہوتے رہیں جو غلبۂ اسلام کی جدوجہد کو تائید و توفیق الٰہی اسی شدومد کے ساتھ جاری رکھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کو ایک عظیم الشان صفات والے اولوالعزم فرزند موعود یعنی مصلح موعود کی بشارت تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک اور بشارت سے بھی نوازا اور وہ یہ کہ جب مصلح موعود دنیا کو ایک عظیم روحانی انقلاب سے ہمکنار کر کے اور دنیا میں غلبۂ اسلام کی راہ ہموار کر کے اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا تو خدا تعالیٰ آپ کی ذریت میں ایسے وجود پیدا کرتا چلا جائے گا جو مصلح موعود کے عظیم الشان کاموں کو جاری رکھنے میں ساعی ہوں گے۔ یہاں تک کہ دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا یعنی اسلام اور ایک ہی پیشوا ہوگا یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے الہامی الفاظ درج کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسی اشتہار میں ساتھ ہی یہ بھی رقم فرمایا:-

"پھر (یعنی مصلح موعود کی بشارت کے علاوہ - ناقل) خدائے کریم جلّشانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریّت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی ...... تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اُس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا......

خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اُس دوسرے گروہ پر تا بروزِ قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تُو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء منقول از تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۹۶)

مصلح موعود کی بشارت کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ بشارت دینا کہ آپؑ کی ذریت منقطع نہیں ہوگی بلکہ آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ اور خدا آپؑ کی دعوت کو زمین کے کناروں تک پہنچاتا چلا جائے گا صاف اِس امر پر دال ہے کہ مصلح موعود کی برکات کا سلسلہ اس کے وصال کے ساتھ ختم نہیں ہوگا بلکہ آپؑ کی ذریت اور جماعت میں نسلاً بعد نسلٍ چلتا چلا جائے گا۔ اور ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے چلے جائیں گے جو مصلح موعود کے کام کو اسی شان سے جاری رکھیں گے اور ان کے ذریعہ غلبۂ اسلام کا ظہور دراصل مصلح موعود کے ذریعے ہی ظہور شمار ہوگا۔ اس لحاظ سے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا ظہور سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جسمانی حیات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس پیشگوئی کے ظہور کا زمانہ نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک ممتد ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد اب ہم اُس زمانہ میں داخل ہوئے ہیں جس میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے دوسرے مہتم بالشان پہلو کے ظہور کا آغاز ہونا مقدر تھا چنانچہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اطال اللہ بقاءہٗ (جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت طیبہ ہی کے ایک درخشندہ گوہر ہیں) کے بمنشائے الٰہی خلیفۃ المسیح الثالث کی حیثیت میں مسندِ خلافت پر متمکن ہونے سے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے پہلے مہتم بالشان پہلو کے تسلسل میں اس پیشگوئی کے دوسرے مہتم بالشان پہلو کا عملاً آغاز ہو چکا ہے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو خلافت ثالثہ کا قیام ظہورِ مصلحِ موعود کے تسلسل میں تا قیامت جاری رہنے والے ایک نئے مبارک دور کے آغاز پر دلالت کرتا ہے حسب پیشگوئی غلبۂ اسلام کا وہ عظیم الشان کام جو سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک ہاتھوں سے ۵۲ سال تک انجام پا کر دنیا میں ایک عظیم روحانی انقلاب برپا کرنے کا موجب بنا اب بفضلہٖ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت طیبہ کے ایک درخشندہ گوہر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں انجام پا رہا ہے اور پاتا چلا جائے گا۔ اور انشاء اللہ العزیز بالآخر اپنے کمال کو پہنچ کر اسلام کو دنیا میں پوری عظمت اور شان کے ساتھ غالب کرنے پر منتج ہوگا۔ ہر چند کہ حسب بشارات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت اور نسل میں سے حمایت اسلام کی ایک بڑی بنیاد کا پڑنا اور ایسے نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک خدمت اسلام کی توفیق ملتے چلے جانا اس امر کو مستلزم نہیں کہ خلافت کا منصب ہمیشہ اس نسل میں ہی چلے کیونکہ یہ خدا کا اپنا کام ہے وہ جسے چاہے اس منصب پر فائز کرے تاہم یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تقدیر خاص کے نتیجہ میں منصب خلافت پر فائز ہونے کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ آپ کے وجود باجود کے ذریعہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے دوسرے مہتم بالشان پہلو کے ظہور کا آغاز ہوا ہے حسب

دعائے الٰہی اب آپ کے ذریعہ دنیا میں اسلام کو جو مزید غلبہ حاصل ہوگا اور انشاء اللہ ضرور حاصل ہوگا وہ پیشگوئی مصلح موعود کے پہلے مہتم بالشان پہلو کے تسلسل میں ظاہر ہونے کی وجہ سے اس پیشگوئی کے تحت ہی ظاہر ہوگا۔ سو گویا آپ بھی ایک رنگ میں پیشگوئی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء ہی کے مصداق ہیں اور دوسرے مہتم بالشان پہلو کے اعتبار سے تو ایک نئے مبارک دور کے مصداق اوّل ہیں۔

پھر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو تو یہ خصوصی شرف بطور امتیاز بھی حاصل ہے کہ خدائی الہامات کی رو سے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عمر پانے والے پہلے پوتے ہونے کی حیثیت میں حضور علیہ السلام کے پانچویں مبشر فرزند بھی ہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں مضمون مولانا ابوالعطاء صاحب مطبوعہ الفضل ۱۹ر نومبر ۱۹۶۵ء) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام انا نبشرک بغلام نافلۃ لک نافلۃ من عندی کے بموجب آپ کا آنا خاص خدا کی طرف سے آنا ہے۔ پھر خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب خلافت کی شکل میں فضلِ الٰہی کی ردا اور موہبت کا حلۂ مقدسہ پہنا کر عملاً بھی اس کی تصدیق کر دی ہے۔

الغرض حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ذریعہ پیشگوئی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے دوسرے مہتم بالشان پہلو کے ظہور کا آغاز ہوا ہے اور تاقیامت جاری رہنے والے اس ظہور کا یہ مبارک آغاز ہمارے لئے بے انتہا ازدیاد ایمان کا موجب ہے

پھر ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی خود ہمارے اپنے لئے بھی ایک عظیم الشان بشارت پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت کے آخری دنوں تک سرسبز رہنے اور دنیا کے کناروں تک اسلام کے پھیلنے اور اس کے غالب آنے کی بشارت دی ہے وہاں ساتھ ہی یہ بشارت بھی دی ہے کہ جو لوگ اس ذریت کے ساتھ ہوں گے اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں اس کے ساتھ شامل رہیں گے۔ خدا تعالیٰ ان کے نفوس و اموال میں بھی برکت دے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے، یہ عظیم الشان بشارت کمال درجہ خوش نصیبی پر دلالت کرتی ہے اور یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ ہم اس پر جس قدر بھی فخر کریں کم ہے لیکن اس عظیم الشان بشارت کا مصداق بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے ساتھ اسی طرح والہانہ محبت رکھیں اور آپ کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہوئے اعزاز اسلام کے لئے اسی طرح بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کریں جس طرح حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہمیں مثالی محبت تھی اور ہم آپ کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنا سب کچھ حضورؓ کے قدموں میں لا ڈالتے تھے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم پیشگوئی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے دوسرے مہتم بالشان پہلو کے تاقیامت جاری رہنے والے ظہور کے آغاز پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجا لاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے ساتھ محبت و

عقیدت اور دلی وابستگی میں ترقی کرتے چلے جائیں اور خدمتِ اسلام کی خاطر قربانی و ایثار کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کریں کہ آسمان پر خدا کے فرشتے گواہی دے اٹھیں کہ فی الواقعہ یہ مسیح پاک علیہ السلام کے خالص اور دلی محبوں کے گروہ میں شامل ہیں اور اس بات کے سزاوار ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں بڑھائے، ان کے نفوس و اموال میں برکت دے، ان میں کثرت بخشے اور یہ سب علیٰ حسب الاخلاص جناب الٰہی سے اپنا اپنا اجر پائیں۔

اے خدا تو ایسا ہی کر۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ہماری محبت و عقیدت، دلی وابستگی اور جذبۂ اطاعت کو ہر آن ترقی دے کر ہمیں اسلام کی سربلندی کے لئے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اُس عظیم الشان بشارت کا صحیح معنوں میں مصداق بنا جو تُو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خالص اور دلی محبوں کے گروہ کے حق میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میں پہلے سے دی ہوئی ہے۔ آمین یارب العٰلمین۔

حمایتِ اسلام کی ایک بڑی بنیاد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔"

(تریاق القلوب)

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے

سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ نے قرآنِ مجید کی عظمت کو دنیا میں از سرِ نو بحال کیا اور اس کی انقلاب انگیز تاثیرات اور عظیم الشان برکات کو ایسے دلکش و دلنشین انداز میں پیش فرمایا اور پھر خود اپنے وجود میں ان تاثیرات اور برکاتِ عظیمہ کا ایسے مسحور کن طور پر مشاہدہ کرایا کہ اپنے اور پرائے سب عش عش کر اٹھے حتیٰ کہ دشمنانِ اسلام بھی دنگ ہوئے بغیر نہ رہے۔ آپ کے اِس مہتم بالشان کارنامہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ قرآن کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ایک عام رَو چل پڑی۔ ذیل میں ہم قرآن مجید کی عظمت، اس کی برکات اور اس سے استفادہ کے طریق سے متعلق حضور علیہ السلام کی بعض روح پرور تحریرات ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ (ادارہ)

۱۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اُس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک

گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کے لانے والا روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل میں ظاہر ہوا جو ایک کمزور اور ضعیف جانور ہے جس کو بلّی بھی پکڑ سکتی ہے۔ اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں گرتے گئے اور روحانیت باقی نہ رہی کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا۔ مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لے کر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سما کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلّیٔ عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئیں، جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے۔ پس اپنی ہمتیں بلند کرلو اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں۔"

(کشتیٔ نوح)

۲۔ "جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں۔ باقی سب اسی کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔"

(کشتیٔ نوح)

۳۔ "قرآن کریم ایسا علوم و معارف و کمالاتِ ظاہری و باطنی پر حاوی ہے کہ صحیح حدِّ بشریت سے بڑھا ہوا ہے اور بہ بداہت معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر اس نے حقائق و دقائق کو ایک بے مثل بلاغت و فصاحت میں بیان کیا ہے اور پھر بالالتزام ایسے بلیغ و فصیح بیان کے تمام دینی صداقتوں پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہو گیا ہے حقیقت میں یہ ایسا کام ہے جس کو معجزہ کہنا چاہیئے کیونکہ یہ انسانی طاقتوں سے ماوراء اور بشری قوتوں سے بالاتر ہے۔"

(شحنۂ حق صہ ۱۶)

۴۔ "قرآن کریم نے جس قدر تقویٰ کی راہیں اختیار کیں اور ہر طرح کے انسانوں اور مختلف عقل والوں کی پرورش کرنے کے طریق سکھلائے، ایک جاہل، عالم اور فلسفی کی پرورش کے راستے، ہر طبقہ کے سوالات کا جواب، غرضیکہ کوئی فرقہ نہ چھوڑا جس کی اصلاح کے طریق نہ بتائے۔ یہ ایک صحیفۂ قدرت تھا جیسے کہ فرمایا فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (س-۳۰) یعنی یہ وہ صحیفہ ہے جس میں کل سچائیاں ہیں۔ سو یہ کیسی مبارک کتاب ہے کہ اس میں سب سامان اعلیٰ درجہ تک پہنچنے کے موجود ہیں۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صہ ۵۲)

۵۔ "میرا دعویٰ ہے کہ تمام صداقتیں قرآن کریم میں موجود ہیں اگر کوئی مدعی ایسی صداقتیں پیش کرے کہ وہ قرآن میں نہیں تو میں اسے نکال کر دکھانے کو تیار ہوں۔ اسلامی شریعت نے وہ مسائل لئے ہیں جو طبعی اور فطرتی طور پہ انسان کے لئے مطلوب ہیں اور جو ہر پہلو سے اس کے قویٰ کی تربیت کرتے ہیں ان پہ کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔"

(الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء)

۶۔ "نہایت قطع اور یقین سے ہم پر یہ بات کھل گئی ہے کہ کوئی روحانی صداقت جو تکمیل نفس اور دماغی اور دلی قویٰ کی تربیت کے لئے اثر رکھتی ہے ایسی نہیں جو قرآن شریف میں درج نہ ہو۔ اور یہ صرف ہمارا ہی تجربہ نہیں بلکہ یہی قرآنِ شریف کا دعویٰ بھی ہے جس کی آزمائش نہ فقط میں نے کی بلکہ ہزارہا علماء ابتداء سے کرتے آئے اور اس کی سچائی کی گواہی دیتے آئے ہیں۔" (الحکم ۲۴ راگست ۱۹۰۳ء)

۷۔ "اللہ جلّ شانہٗ کا ہی کلام ہے جو الٰہی طاقتیں اور برکتیں اور خاصیتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ سو آؤ جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے وہ قرآن شریف ہے جس کی صدہا روحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اس کے ظلّی طور پہ الہامات پاتے ہیں اور تادم مرگ رحمت اور برکت ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ سو یہ خاکسار اسی آفتابِ حقیقت سے فیض یافتہ اور اسی دریائے معرفت سے قطرہ بردار ہے" (شحنۂ حق ص۲۷)

۸۔ "انسان کو چاہیئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے۔ اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی ...... رسم اور بدعات سے پرہیز بہتر ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہو جاتا ہے۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبّر میں لگادے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمتِ الٰہی میرے شاملِ حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چنتا ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک مقام کے مناسبِ حال فائدہ اٹھاوے۔ اپنی طرف سے الحاق کی کیا ضرورت ہے ورنہ پھر سوال ہوگا کہ تم نے ایک نئی بات کیوں بڑھائی۔ خدا کے سوا اور کس کی طاقت ہے کہ کہے کہ فلاں راہ سے اگر سورۃ یٰسین پڑھوگے تو برکت ہوگی ورنہ نہیں۔"

(الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۲ء)

۹۔ "قرآن شریف تدبّر و تفکر اور غور سے پڑھنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قارِیٍ

یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰنُ یعنی بہت ایسے قرآن کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیتِ رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جائے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبّر اور غور سے پڑھنا چاہیئے اور پھر اس پر عمل کرنا چاہیئے ''

(الحکم ۲۴۔ مارچ ۱۹۰۷ء)

۱۰۔ ''قرآن تمہارا محتاج نہیں۔ پر تم محتاج ہو کر قرآن کو پڑھو، سمجھو، اور سیکھو۔ جب کہ دنیا کے معمولی کاموں کے واسطے تم استاد پکڑتے ہو تو قرآن شریف کے واسطے استاد کی ضرورت کیوں نہیں۔ کیا بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی قرآن شریف پڑھنے لگے گا۔ بہر حال معلّم کی ضرورت ہے۔ جب مسجد کا معلّم ہمارا معلّم ہو سکتا ہے تو کیا وہ نہیں ہو سکتا جس پر خود قرآن شریف نازل ہوا ہے ''

(الحکم ۱۰۔ اگست ۱۹۰۷ء)

قرآن کو مہجور کی طرح مت چھوڑو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدّم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدّم رکھا جائے گا نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچّی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ ''

(کشتی نوح)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَاِنَّ کِتَابَ اللّٰہِ بَحْرُ مَعَارِفٍ

(بلاشبہ قرآنِ مجید معرفت کا سمندر ہے)

اَمِنْ غَیْرِ مَنْبَعِ ھَدْیِہٖ نَطْلُبُ الْھُدٰی ۔۔۔ وَکُلٌّ مِنَ الْفُرْقَانِ یُعْطٰی وَیُوْھَبُ

کیا ہم قرآن کریم کے چشمہ کے سوا کسی اور جگہ سے ہدایت طلب کریں درآنحالیکہ سب علم قرآن کریم سے دیا اور بخشا جاتا ہے،

وَاِنَّ کِتَابَ اللّٰہِ بَحْرُ مَعَارِفٍ ۔۔۔ وَنَجِدَنَّ فِیْہِ عُیُوْنَ مَا نَسْتَعْذِبُ

بیشک خدا تعالےٰ کی کتاب (قرآن مجید) معرفت کا سمندر ہے اور ہم اس میں شیریں چشمے پاتے ہیں

وَکَمْ مِنْ نِکَاتٍ مِثْلَ غِیْدٍ تَمَتَّعَتْ ۔۔۔ بِھَا مُھْجَتِیْ مِنْ ھَدْیِ رَبِّیْ فَجَرِّبُوْا

اس میں کس قدر روشن اسرار ہیں جن سے میں نے اپنی روح کو اپنے رب کی ہدایت سے متمتع کیا ہے اور لوگوں نے اس کا تجربہ کیا ہے

اِذَا مَا نَظَرْتُ اِلٰی ضِیَاءِ جَمَالِہٖ ۔۔۔ فَاِذَا الْجَمَالُ عَلٰی سَنَا الْبَرْقِ یَغْلِبُ

جب میں نے قرآن کریم کے جمال کو دیکھا تو اس کے حسن کو برق کی روشنی پر بھی غالب پایا۔

رَئَیْتُ بِنُوْرِ نُوْرَہٗ فَتَبَیَّنَتْ ۔۔۔ عَلَیَّ حَقَائِقُہٗ فَفِیْھَا اُقَلَّبُ

میں نے نور کے ذریعہ قرآن کریم کے نور کو دیکھا اور مجھ پر حقائق ظاہر ہوئے اور میں انہی میں گھومتا پھرتا ہوں،

یَصُدُّ عَنِ الطَّغْوٰی وَیَھْدِیْ اِلَی التُّقٰی ۔۔۔ خَفِیْرٌ اِلٰی طُرُقِ السَّلَامَۃِ یَجْلِبُ

قرآن کریم نافرمانی سے روکتا اور تقویٰ کی ہدایت دیتا ہے وہ پناہ دینے والا ہے اور سلامتی کی راہوں کی طرف کھینچتا ہے

یَجُرُّ اِلَی الْعُلْیَا وَجَاءَ مِنَ الْعُلٰی ۔۔۔ کَمَا ھُوَ اَمْرٌ ظَاھِرٌ لَیْسَ یُحْجَبُ

وہ بلندی کی طرف کھینچتا ہے اور خود بلندی کی طرف سے آیا ہے جیسا کہ یہ امر ظاہر و باہر ہے مخفی نہیں ہے

(کرامات الصادقین)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند

(اے بے خبر قرآن کی خدمت پر کمر بستہ ہو جا)

جانم کباب شد زغمِ ایں کتاب پاک　　چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند

اس کتاب کے غم میں میری جان کباب ہو گئی اور میں اس قدر جل گیا ہوں کہ بچنے کی کوئی امید باقی نہیں

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر　　بینم کہ حسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند

میں خوشی کے مارے سینکڑوں بار رقص کروں اگر یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا دلکش جمال پوشیدہ نہیں رہا

یارب چہ بہرِ من غمِ فرقاں مقدر است　　یا خود دریں زمانہ کسے رازداں نماند

اے رب کیا میری تقدیر میں ہی قرآن کے لئے غم کھانا لکھا ہے کیا اس زمانہ میں میرے علاوہ اور کوئی واقفِ حقیقت ہی نہیں

دیدم کہ زاہداں رہِ فرقاں گزاشتند　　ناچار در دلم اثرِ مہر شاں نماند

میں نے دیکھا کہ زاہدوں نے قرآن کا رستہ چھوڑ دیا ہے ناچار میرے دل میں بھی ان کی محبت کا نشان باقی نہیں رہا

اے خواجہ پنج روز بود لطفِ زندگی　　کس از پئے مدام دریں خاکداں نماند

اے صاحب! زندگی کا لطف پانچ دن کے لئے ہے کوئی بھی اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہا

امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت　　عذرِ دگر ترا بجنابِ یگاں نماند

اگر آج کے دن تیرا دل قرآن کے لئے نہیں جلتا تو پھر خدائے واحد کی درگاہ میں تیرا کوئی عذر باقی نہیں رہا

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند　　زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

اے بے خبر قرآن کی خدمت کے لئے کمر باندھ لے قبل اس کے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں شخص مر گیا

(ازالہ اوہام)

مسلمانوں کی زندگی کا مدار قرآن پر ہے

ان کے تنزل کی بنیادی وجہ قرآن سے اعراض ہے

رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ العنکبوت کی آیت اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ (یعنی قرآن میں سے جو کچھ تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اسے پڑھ اور لوگوں کو پڑھ کر سنا) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کا مطالعہ کرنے، اس کے معانی پر غور کرنے اور اسے انفرادی اور قومی ہر دو لحاظ سے اپنا دستور العمل بنانے کی اہمیت پر بہت عمدہ پیرائے میں روشنی ڈالی ہے، اور واضح فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا دار و مدار قرآن کریم پر ہے اس سے اعراض کر کے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے اس پر معارف تفسیر کا ایک قیمتی اقتباس ذیل میں شائع کیا جاتا ہے (ادارہ)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے رسول) ..... تو قرآن کریم لوگوں کو سناتا رہ تاکہ اس کی مدد سے لوگ حقیقت کو سمجھیں اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا تمام دار و مدار قرآن کریم پر ہی ہے اور ان کے تنزل کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ انھوں نے قرآن کریم کو چھوڑ دیا ہے۔ نہ وہ خود قرآن کریم پر عمل کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو قرآن کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ قرآن کریم ایک روحانی غذا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تیار کی ہے

لیکن جس طرح غذا کی کئی شکلیں ہوتی ہیں مثلاً آٹے سے کبھی پراٹھے تیار کئے جاتے ہیں، کبھی پھلکے اور کبھی تنور کی روٹیاں بنائی جاتی ہیں۔ اسیطرح قرآن کی غذا بھی کئی شکلوں میں تبدیل ہو گئی ہے۔ کہیں یہ غذا نماز کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ کہیں روزہ کی شکل اختیار کر گئی ہے، کہیں حج کی شکل اختیار کر گئی ہے، کہیں زکوٰۃ کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ گویا کہیں یہ پراٹھا بن گئی ہے، کہیں پنجیری بن گئی ہے، کہیں گلگلا بن گئی ہے مگر ہے وہی چیز۔ لیکن ان چیزوں کا صرف بن جانا کافی نہیں جب تک ہم انہیں چبائیں نہیں، انہیں نگلیں نہیں۔ جب تک یہ غذا معدے اور انتڑیوں کے دَور سے نہ نکلے اس سے فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے میں نے "ذہنی جگالی" کی ایک اصطلاح بنائی ہوئی ہے۔ یعنی بغیر ذہنی جگالی کے روحانی غذا ہضم نہیں ہوتی۔۔

ایک جانور معدہ سے چارہ نکالتا ہے اور پھر اسے چباتا ہے کیونکہ اس کے معدہ میں اتنا سامان نہیں ہوتا کہ وہ چارہ کو ہضم کرے اور چونکہ معدہ اس غذا کو ہضم نہیں کرتا اس لئے وہ پہلے جلدی جلدی چارہ کھا لیتا ہے اور جب کھرلی پر بیٹھتا ہے تو وہ جگالی کرتا ہے۔ چونکہ ایک جانور ۲۴ گھنٹے تک خوراک جنگل میں نہیں کھا سکتا اس لئے وہ جلدی جلدی خوراک کھاتا جاتا ہے لیکن جب کھرلی پر آتا ہے تو پہلے ایک لقمہ نکالتا ہے اور جگالی کرتا ہے اور اسے خوب چباتا ہے، پھر ایک اور لقمہ نکالتا ہے اور اسے چباتا ہے۔ اسیطرح روحانی جگالی کی کیفیت ہوتی ہے۔ جو شخص قرآن کریم پڑھ لیتا ہے یا اسکی تلاوت کر لیتا ہے۔ قرآن کریم اسے ہضم نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے ایک جانور گھاس کھا لیتا ہے یا انسان کوئی لقمہ مونہہ میں ڈال لیتا ہے۔ لیکن اگر تم لقمے نگلتے جاؤ اور انہیں چباؤ نہیں تو تمہاری انتڑیوں میں سوزش پیدا ہو جائے گی۔ دست آنے لگ جائیں گے یا قے آ جائے گی اور روٹی باہر نکل آئے گی۔ یہی حال روحانی غذا کا ہے۔ جو لوگ جگالی نہیں کرتے وہ اس غذا سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے یہودیوں کی مثال اس گدھے سے دی ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ جو لوگ ذہنی جگالی نہیں کرتے وہ کتاب تو پڑھ لیتے ہیں لیکن اس پر غور و فکر نہیں کرتے اور اس وجہ سے اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ قرآن کریم سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ اسے ان مراتب میں سے گزارا جائے جس سے اس کے مضامین ہضم ہو جائیں۔ جب تک اسے ان مراتب میں سے گزارا نہیں جائے گا وہ ہضم نہیں ہو گا۔ پس قرآن کریم پڑھنے کے بعد سوچنے کی عادت ڈالو۔ اور سوچنے کے بعد اس پر عمل کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم ایک زندہ اور فعّال قوم نظر آنے لگ جاؤ گے اور دنیا تمہیں دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔

لوہے کو دیکھ لو، یورپ اس سے انجن بناتا ہے لیکن ہمارے ملک میں اس سے محض ہتھوڑے وغیرہ بنائے جاتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ قینچیاں بنا لیتے ہیں۔ پرانے زمانہ میں عورتیں سیر سیر سونا کانوں میں ڈال لیتی تھیں ان کے کان لٹک جاتے تھے، ان میں بڑے بڑے سوراخ ہو جاتے تھے اور وہ سمجھتی تھیں ہم بڑی مالدار ہیں لیکن

اسی سونے سے یورپ کے ممالک نے بعض اشیاء تیار کیں اور ان کے ذریعے دوسرے ممالک سے کئی گنا زیادہ مال لے لئے۔ پس کسی چیز کا موجود ہونا کافی نہیں۔ تم اس بات پر فخر نہ کرو کہ تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ اگر تمہارے پاس قرآن کریم موجود ہے تو سوال یہ ہے کہ تم نے اس سے کیا فائدہ اٹھایا ہے؟ اگر تم قرآن کریم پڑھ کر اس سے فائدہ اٹھاتے ہو تو تم سے بڑھ کر خوش قسمت اور کوئی نہیں۔ اور اگر تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو تم سے بڑھ کر بد قسمت بھی اور کوئی نہیں۔ کیونکہ تمہاری جیبوں میں سونا بھرا ہے مگر تم اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے۔

میرے پاس ایک دفعہ دیوبند کے دو طالب علم آئے۔ انہوں نے کہیں سے یہ سن لیا تھا کہ میں نے کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ میرے پاس کچھ اور دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں طالب علم بھی آکر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے جو زیادہ تیز معلوم ہوتا تھا کہا آپ کہاں تک پڑھے ہوئے ہیں؟ میں سمجھ گیا کہ وہ گستاخ ہے میں نے کہا کہ میں نے کچھ نہیں پڑھا۔ اُس نے کہا پھر بھی آپ کس مدرسہ میں پڑھے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوتا تو میں پہلے ہی بتا دیتا۔ وہ کہنے لگا کیا آپ ہندوستان یا پنجاب کے کسی سکول کے فارغ التحصیل نہیں ہیں؟ میں نے کہا میں نے ایک دفعہ واضح کر دیا ہے کہ جس چیز کو آپ پڑھائی خیال کرتے ہیں وہ میں نے کہیں بھی حاصل نہیں کی۔ جس وقت میں نے یہ کہا تو اس کے دوسرے ساتھی نے جو ذرا ہوشیار معلوم ہوتا تھا اس کے گھٹنے کو چھو کر چُپ کرانے کی کوشش کی لیکن چونکہ وہ جوش میں تھا چپ نہ ہوا۔ اس نے کہا اس کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ بالکل اَن پڑھ ہیں۔ میں نے کہا آپ کی گفتگو کی بنیاد اس بات پر تھی کہ میں کس مدرسہ میں پڑھا ہوا ہوں اور کس نصاب کو میں نے پاس کیا ہے۔ سو میں نے کوئی سکول کا نصاب پاس نہیں کیا۔ میں نے اُسی کتاب سے تعلیم حاصل کی ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی اور آپؐ نے اپنے متبعین کو دی اور وہ قرآن کریم ہے۔ اب آپ فیصلہ کر لیں کہ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) ہر قسم کے علوم سے ناواقف تھے یا عالم تھے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ساری دنیا کو آپؐ نے عالم بنا دیا۔ بے شک جو درجہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے وہ بہت ہی بلند ہے مگر ہم دونوں ایک ہی کتاب پڑھنے والے ہیں۔ چنانچہ میرے اس جواب پر وہ خاموش ہو گیا۔

غرض لوگوں کے نزدیک جب تک کسی نے سُلّم، شمس بازغہ، شرح کافیہ، شرح شافیہ اور ہدایہ وغیرہ کتب نہ پڑھی ہوں وہ عالم نہیں کہلا سکتا حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں نہ منطق تھی نہ فلسفہ، صرف قرآن ہی قرآن تھا۔ لیکن لوگ چاہتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ سے ہٹ کر بندوں کی طرف مائل ہو جائیں۔ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ میں فلاں کتاب پڑھا ہوا ہوں جو مصنفہ خدا تعالےٰ ہے تو یہ بات انہیں تسلی نہیں دیتی۔ انہیں یہ بات تسلی دیتی ہے کہ کسی نے وہ کتاب جو مصنفہ بیضاوی ہے پڑھی ہو۔ مصنفہ خدا تعالےٰ ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں۔ حالانکہ تمام علوم کا سرچشمہ صرف قرآن کریم ہی ہے"۔ (تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۳۲۸ تا ۳۳۰)

اپنے آقا کے حضور یورپی نومسلموں کا نذرانۂ عقیدت

مسٹر بلال نٹل اور مسٹر ناصر احمد سکریونر کے قلبی تاثرات

۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میں مصلح موعود کی ایک یہ علامت بھی بیان کی گئی تھی کہ وہ زمین کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی چنانچہ حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ذریعہ دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کے پھیلنے اور نومسلموں کی نہایت مخلص جماعتیں قائم ہونے سے آپ کے وجود باجود میں یہ علامت بھی بڑی شان اور آب و تاب سے پوری ہوئی حتیٰ کہ آپ کے وصال پر بھی نہایت نمایاں طور پر اس علامت کا ظہور عمل میں آیا جب کہ اطراف و جوانبِ عالم میں بسنے والی مختلف اقوام کے نومسلم احباب آپ کے وصال کی خبر سنتے ہی غم و اندوہ میں ڈوب گئے اور انہوں نے اپنے قلبی غم و الم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے محسن آقا کے حضور میں نہایت شاندار الفاظ میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ انہوں نے بنی نوعِ انسان پر آپ کے احسانوں اور غلبۂ اسلام کے ضمن آپ کے عظیم الشان کارناموں کا ذکر کرنے کے علاوہ علی الخصوص اس امر کا بھی اعتراف کیا کہ یہ آپ ہی کے وجود باجود کی برکت تھی کہ اسلام کا نور ان کے اپنے ملک تک بھی پہنچا اور وہ بفضل اللہ تعالےٰ اس نور سے منور ہوئے۔

ذیل میں ہم انگلستان کے دو نہایت ہی مخلص نومسلموں کے قلبی تاثرات پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک معمر نومسلم مسٹر بلال نٹل (MR. BILAL NUTTALL) ہیں جنہوں نے انگلستان میں احمدیہ مشن قائم ہونے کے بعد اوائل میں ہی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ دوسرے مسٹر ناصر احمد سکریونر ۔ (MR. NASIR AHMAD SERIVENER) ہیں۔ وہ بھی انگلستان کے پرانے نومسلموں میں سے ہیں۔ پہلے ہم مسٹر بلال نٹل کی اُس تقریر کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو انہوں نے جماعت احمدیہ انگلستان کے جلسہ منعقدہ ۱۴ر نومبر ۱۹۶۶ء میں کی۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمتِ اقدس میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا:-

وہ آج یوم صلح ہے۔ آج کے دن دنیا ان ہزار دل سپاہیوں کی یاد پر آنسو بہا رہی ہے جنہوں نے امن کے مفادات کی خدمت بجالاتے ہوئے گزشتہ دو عالمی جنگوں میں اپنی جانیں دیں۔ انہوں نے اپنی جانیں اس لئے قربان کیں تاکہ ہم جو بچ رہیں امن سے زندگی بسر کریں اور اس طرح ان کی قربانی کے ثمرات سے مستفید ہوں لیکن ہم اس وقت یہاں ایک اور غرض سے جمع ہوئے ہیں۔ ہم جمع ہوئے ہیں اپنے پیارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے۔ ہمارا نذرانۂ عقیدت پیش کرنا ایک ارفع تر جذبہ کے ماتحت ہے اس لئے کہ ہمارے پیارے امامؓ نے اپنی زندگی دنیا میں قیام امن کے ایک ارفع تر مقصد کی خاطر قربان کر دکھائی اور وہ اس طرح کہ آپ نے اپنی ۷۵ سالہ تمام زندگی دنیا میں اسلام کو اس کی اصلی شکل میں پیش کرنے میں صرف کر ڈالی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے ۵۰ سال دنیا بھر کے ملکوں تک امن کا پیغام پہنچانے اور اس کی اشاعت کرنے میں بسر کئے۔ وہ امن کا پیغام اسلام ہے۔ یہ آپ کی اس عظیم قربانی ہی کا ثمرہ ہے کہ آج ہم یہاں مغرب میں دلی بصیرت کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ عالمی امن کے مسئلہ کو خاطر خواہ طریق پر صرف اسلام ہی حل کر سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم ہی ایک ایسی تعلیم ہے جو منفرد طور پر دنیا بھر میں مستقل اور پائدار امن کے قیام کی ضامن ہے اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے ہی دنیا سے جنگوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اپنے ۵۲ سالہ عہد خلافت میں حضرت صاحبؓ روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوعِ انسان کو امن اور خیر سگالی کا درس دیتے رہے۔ آپ یہ درس اس لئے دیتے رہے کہ تا یہ کرۂ ارض اسلام کی بدولت حقیقی امن اور خوشحالی سے ہمکنار ہو۔ آج امن کا یہ عظیم پیامبر ہم سے رخصت ہو کر عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گیا ہے۔ آپ نے بنی نوعِ انسان کی جو عظیم اور لاثانی خدمت انجام دی ہم اس کا اعتراف کرنے اور اس بناء پر آپ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے میں حق بجانب ہیں۔ ۵۲ تبلیغی مشن جو آپ نے مختلف ممالک میں قائم فرمائے آپ کی اس عظیم خدمت کے حق میں جو آپ نے نوعِ انسان کی سرانجام دی ہمیشہ قائم رہنے والی یادگار کا کام دیتے رہیں گے۔

ہم میں سے ہر فرد کے لئے آپ کی وفات ایک ذاتی نقصان کی حیثیت رکھتی ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جماعت کی زندگی میں ایک بہت بڑا خلاء واقع ہو گیا ہے جس کا پر ہونا بہت مشکل ہے۔ ذاتی طور پر مجھے بھی آپ کی وفات پر انتہائی شدید صدمہ ہوا ہے۔ کیونکہ ذاتی حیثیت میں میرے لئے آپ کی ذاتِ والاصفات کے ساتھ بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ یہ خوشگوار یادیں رہ رہ کر میرے قلب و ذہن پر ابھر رہی ہیں اور مجھے بے چین کئے دے رہی ہیں۔ مجھے آپ سے بالمشافہ گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی نہایت ہی میٹھی گفتگو کے محبت بھرے الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں میں خوش قسمت ہوں کہ آپ نے مجھے معانقہ کا شرف بھی عطا فرمایا۔ آپ

کے الفاظ کا مجھ پر جادو کا سا اثر ہوتا تھا اور آپ قرآنی آیات کی جو لطیف تفسیر بیان فرماتے تھے اسے سن کر تو میری حیرت کی کوئی حد نہ رہتی تھی۔ آپ نے مجھ کو اپنی شخصیت سے بے حد متاثر کیا۔ آپ کے خطبات بہت فکر انگیز اور بصیرت افروز ہوتے تھے۔ انگلستان میں مشن کے قیام اور مسجد لندن کی تکمیل کے اوائل زمانہ میں مسجد لندن کے امام آپ کے موصول ہونے والے خطبات کا انگریزی میں ترجمہ کر کے مجھے سنایا کرتے تھے۔ میں بہت لطف اندوز ہوتا۔ وہ ایام جب میں آپ کے خطبات کے تراجم سنا کرتا تھا میری زندگی کے انتہائی پُر مسرّت ایام تھے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ابتداء میں امام مسجد لندن مولانا عبدالرحیم صاحب درد مرحوم اور جناب ملک غلام فرید صاحب نے مجھے عربی میں نماز پڑھنی سکھائی۔ بعد ازاں مولانا درد نے اصرار کیا کہ میں اذان کے الفاظ بھی یاد کروں اور اذان دینی سیکھوں۔ چنانچہ میں نے اس میں دسترس حاصل کی اور اذان دینی شروع کر دی۔ اس پر حضرت صاحبؓ کی طرف سے گرامی نامہ موصول ہوا جو میرے متعلق اس ارشاد پر مشتمل تھا کہ آئندہ سے مجھے بلال کہہ کر پکارا جائے کیونکہ میں انگلستان کا اور مسجد لندن کا پہلا انگریز موذّن ہوں۔ یہ میرے لئے ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ اس وقت سے میں یہ محسوس کرنے لگا کہ میں ایک بہت بڑی تنظیم میں منسلک ہونے کے باعث ایک بڑی مشین کے کارآمد پرزہ کی حیثیت رکھتا ہوں۔

احمدیت قبول کرنے کے بعد سے میں زندگی بھر اسلام سیکھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ اس کوشش میں میں کس حد تک کامیاب یا ناکام ہوں؛ اس کا علم خدا ہی کو ہے۔ تاہم مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں اپنے عظیم المرتبت امام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا انتہائی طور پر ممنون احسان ہوں اس لئے کہ آپ نے مجھے اور ہم سب کو قرآنی صداقتوں سے بہرہ ور کرنے والی بصیرت عطا فرمائی۔

گزشتہ نصف صدی میں آپ نے جو عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے انہیں شمار کرنا کاردارد ہے۔ جو کچھ آپ نے کر دکھایا موجودہ زمانہ میں اس کا اور اس کی اہمیت کا صحیح ادراک ممکن نہیں مستقبل بعید میں جب آپ کے کارناموں کے نتائج پوری طرح منظرِ عام پر آئیں گے تب ہمیں کما حقہ احساس ہو گا کہ عالم اِنسانیت کی آپ نے کیسی عظیم المرتبت خدمت سرانجام دی۔

آج ہمارے دل آپ کے لئے بے پناہ محبت اور انتہائی غم کے جذبات سے لبریز ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے وہ بیش بہا ہیرا جو اس نے ہمیں مستعار دیا تھا ہم سے واپس لے لیا ہے۔ اُس نے حضرت صاحبؓ کو واپس بلا لیا ہے تاکہ انتھک محنت اور جانفشانی کے بعد اب آپ آرام کریں اور اس کے جوار رحمت میں آسودۂ راحت ہوں۔ ہمارے لئے باعثِ تسکین ہے یہ امر کہ آپ نے ایک بیش قیمت ورثہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ وہ ورثہ ہے پُر معارف خطبات کی شکل میں علم و دانش اور معرفت کا خزانہ، خود تصنیف کردہ بیش بہا کتب پر مشتمل حیرت انگیز لائبریری

کارناموں کا ایک لاثانی ریکارڈ، اور بلا تقلید انتہائی کامیاب زندگی۔ ہمیں آپ کی وفات پر ماتم کرنے یا آنسو بہانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ نے اپنے کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لی ہے۔ آپ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی قدرت اور فضل واحسان کی ایک جھلک دکھائی تھی"

(ترجمہ از انگریزی بحوالہ "دی مسلم ہیرلڈ" لندن بابت جنوری ۱۹۶۶ء)

اسی طرح انگلستان کے ایک اور نومسلم بھائی مسٹر ناصر احمد سکریونر نے ایک مضمون میں اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:۔

"دُنیا کی ہر قوم اور ہر نسل سے تعلق رکھنے والے جماعت احمدیہ کے جملہ افراد نے اپنے پیارے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر انتہائی شدید اور ناقابل بیان صدمہ کے عالم میں سنی۔۔۔۔۔۔۔

اہل یورپ کو آپ کا خاص طور پر ممنونِ احسان ہونا چاہیئے کیونکہ اس زمانہ میں آپ ہی کی آسمانی قیادت کے طفیل حقیقی اسلام کا نور اس براعظم تک پہنچا۔ یورپ میں احمدیہ مشنوں کے قیام سے قبل اسلام پر اکثر و بیشتر کتابیں مخالفین کی طرف سے ہی لکھی جاتی تھیں۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے یہ مصنفین حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کو بگاڑنے اور اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن مجید کو غلط معنی پہنا کر پیش کرنے کے عادی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد دنیائے جدید کو اسلام کی حقیقت وماہیت سے روشناس کرانا تھا اور آپ کی اتباع میں حضرت المصلح الموعود کا مشن یہ تھا کہ آپ اسلام کو اطراف وجوانب عالم میں پھیلا کر اسے کرۂ ارض پر غالب کرنے کی راہ ہموار کریں۔ آپ نے اور آپ کے وفا شعار متبعین نے اس مشن کو مکمل حد تک پورا کر دکھایا۔

یہ بنیادی کام بڑی خوبی اور عمدگی سے انجام پذیر ہو چکا ہے۔ اب ہم احمدیوں کی موجودہ نسل اور آئندہ آنے والی نسلوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کو اس شدومد کے ساتھ پھیلائیں کہ یورپ کے ہر گھر میں ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے چاروں خلفائے راشدین، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسم ہائے گرامی تقویٰ وطہارت، راستی وصداقت، اور نور کے مترادف سمجھے جانے لگیں۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف ایک عظیم المرتبت خلیفہ تھے جنہوں نے پچاس سال سے زائد عرصہ تک خلافت کی بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب اور پیارے بندے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر خاص کے ماتحت مصلح موعود کے منصب جلیلہ پر فائز کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ چنانچہ

آپ خدائی بشارت کے ماتحت پیدا ہوئے۔ آپ کی تمام زندگی اللہ تعالیٰ، اسلام، جماعت احمدیہ اور نی الحقیقت تمام بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے وقف رہی۔ خود اپنی ذات میں آپ اسلام کی صداقت کا ایک زندہ و تابندہ نشان تھے، آپ ثبوت تھے اس امر کا کہ اسلام ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر انسان روحانی علو و ارتفاع سے ہمکنار ہو سکتا ہے اور اپنے حقیقی خالق و مالک سے تعلق قائم کرکے اس کے رنگ میں رنگین ہو سکتا ہے۔ آپ کی ہر حرکت و سکون اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی آئینہ دار تھی۔ اور آپ کی زندگی اس کی صفات کی مظہر۔

ہمیں آپ کے نمونہ اور اسوہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے اور ہمیں آپ کی زندگی کو جو کلیتہً خدا کی راہ میں وقف تھی پوری تفصیلات کے ساتھ اپنے غیر احمدی دوستوں اور تعلق والوں کے سامنے پیش کرتے رہنا چاہیئے تاکہ بہ تائید و توفیق الٰہی ان کی روحیں بھی نجات کے اصل سرچشمہ یعنی اسلام کی طرف دوڑیں۔ ہماری اپنی زندگیاں ایسی مثالی ہونی چاہئیں کہ وہ ہمارے پیارے امام حضرت المصلح الموعودؓ کی زندہ یادگار کے طور پر کام آسکیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص برکتیں اور رحمتیں ہمارے پیارے امام کی مقدس روح پر نازل ہوں۔"

(ترجمہ از "دی مسلم ہیرلڈ" لندن بابت جنوری ۱۹۶۶ء)

حقانی ریفارمر!

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ھیں :-

"ایسے لوگ (حقانی ریفارمر) چونکہ بنی نوع کی ہمدردی میں محو ہوتے ہیں اس لئے رات دن سوچتے رہتے ہیں اور اسی فکر میں کڑھتے ہیں کہ یہ لوگ کسی نہ کسی طرح اس راہ پر آجائیں اور ایک بار اس چشمہ سے ایک گھونٹ پی لیں۔ یہ ہمدردی یہ جوش ہمارے سیّد و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں غایت درجہ کا تھا۔ ... اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَنْ لَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ" (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۴۰۳)

للّٰہی وقف اور اسکی عظیم الشان برکات

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے۔ قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا　　ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

اسلام ہم سے قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسلام قبول کرکے ہم خدا کی خاطر اپنے اوپر فنا وارد کر لیتے ہیں اور ہمارا سب کچھ خدا کا ہو جاتا ہے۔ اسی کا دوسرا نام وقف ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"غرض یہ ہے کہ انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرے"

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۹۸)

خدا کی خاطر اپنے نفس پر موت وارد کرنا اور اس کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینا خسارے کا نہیں بلکہ نفع کا سودا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"یاد رکھو کہ یہ خسارہ کا سودا نہیں بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی جو خدا کے لئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے ہرگز نہیں۔ فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اس للّٰہی وقف کا اجر ان کا رب دینے والا ہے۔ یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے۔" (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۹۹)

انسان اکثر اپنی زندگی میں پریشانیوں سے دوچار ہوتا ہے اور غم و الم کا شکار رہتا ہے لیکن خدا کے لئے اور اس کے دین کی خاطر زندگی وقف کر دینا دنیوی فکروں پریشانیوں اور ہموم و غموم سے نجات حاصل کرنے کا ایک عجیب

نسخہ ہے ۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ جب کہ ہر ایک انسان بالطبع راحت اور آسائش چاہتا ہے اور ہموم و غموم اور کرب و افکار سے خواستگارِ نجات ہے پھر کیا وجہ ہے کہ جب اس کو ایک مجرّب نسخہ اس مرض کا پیش کیا جاوے تو وہ اس پر توجہ ہی نہ کرے ؟ کیا للّٰہی وقف کا نسخہ ۱۳۰۰ برس سے مجرب ثابت نہیں ہوا ؟ کیا صحابہ کرام رضی اسی وقف کی وجہ سے حیاتِ طیبہ کے وارث اور ابدی زندگی کے مستحق نہیں ٹھہرے ؟ پھر اب کونسی وجہ ہے کہ اس نسخہ کی تاثیر سے فائدہ اٹھانے میں دریغ کیا جاوے بات یہی ہے کہ لوگ اس حقیقت سے ناآشنا اور اس لذّت سے جو اس وقف کے بعد ملتی ہے ناواقف محض ہیں ۔ ورنہ اگر ایک شمہ بھی اس لذت اور اس سرور سے ان کو مل جاوے تو بے انتہا تمناؤں کے ساتھ اس میدان میں آئیں " (ملفوظات جلد ۲ صـ ۹۹)

اور اس بات کے ثبوت کے لئے حضور علیہ السلام اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے میں نے اس .... لذت سے حظ اٹھایا ہے یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے "

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۰۰)

اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :-

؎ خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو　　اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

(کلامِ محمود)

اور حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ سورۃ البقرہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

"جو اللہ تعالےٰ کی خاطر ایسا کرتے ہیں ان کی قربانیوں کے نتائج ان کی کوششوں کے مقابل پر بہت زیادہ ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی علامت یہ ہے کہ (۱) وہ قربانیاں خدا تعالےٰ کے احکام کے قیام کے لئے کرتے ہیں ۔ (۲) وہ اپنی قربانیوں کو خدا تعالےٰ کے لئے سمجھتے ہیں اور بندوں پر احسان نہیں جتاتے " (تفسیر کبیر جلد اوّل جز اوّل صـ ۶۰)

وہ لوگ جو خدا کی خاطر سختیاں برداشت کرتے اور اپنا سب کچھ اس کے دین کے لئے قربان کر دیتے ہیں اس راہ میں انہیں جو تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں انہیں وہ بشاشت کے ساتھ برداشت کرتے ہیں ان کی وجہ سے ان کی زبان سے شکوہ شکایت اور بے اطمینانی کا کوئی لفظ نہیں نکلتا ۔ اور اللہ تعالےٰ

جو افضال ان پر نازل کرتا ہے انہیں خدا کا انعام احسان اور محض اس کی دین سمجھتے ہیں نہ کہ استحقاق۔ انہیں خدمت دین سرانجام دیتے ہوئے خدا کی راہ میں جو مشکلات برداشت کرنی پڑتی ہیں ان کی وجہ سے وہ کسی پر احسان نہیں جتلاتے قل لا تمنوا علیّ اسلامکم بل اللّٰہ یمنّ علیکم ان ھداکم للایمان وہ اس امر پر اللہ تعالےٰ کے شکرگزار ہوتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اس کی توفیق عطا فرمائی۔ کیونکہ خدمت دین بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق پانا ایک بہت بڑا انعام اور خدا تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے اس پر جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ ہم اس عظیم انعام پر اللہ تعالیٰ کا جس قدر زیادہ شکر ادا کریں گے اسی قدر زیادہ وہ ہمیں اس نعمت سے نوازتا اور خدمت دین کی اور زیادہ توفیق دیتا چلا جائے گا انشاء اللہ۔ کیونکہ وہ خود فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنّکم میری نعمتوں پر شکر ادا کروگے تو میں یقیناً ان میں اضافہ کرتا چلا جاؤں گا۔

خدا کی راہ میں زندگی وقف کرنے اور اسی کی خاطر سب کچھ قربان کر دینے کے بعد ایک انسان ایک عجیب سکینت اور ایک عجیب طمانیت اور بشاشت محسوس کرتا ہے جس کی لذت سے وہی لوگ شناسا ہوتے ہیں جو اس کا تجربہ رکھتے ہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام احباب جماعت کو اسی وقف کی پرزور تحریک اور وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

"پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں بلکہ تکلیف اور دکھ ہے تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔ اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیّبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی میری موت میری قربانیاں میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس کی روح بول اٹھے اسلمت لرب العالمین جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا" (ملفوظات جلد دوم ص۱۰۰)

اس امر کا اندازہ کرنے کے لئے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں ہم سے کیا چاہتے ہیں حضور علیہ السلام کا مندرجہ ذیل ارشاد ہمیشہ مدّنظر رہنا چاہیئے:۔

"یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ میں رات کے تین تین بجے تک جاگتا ہوں اس لئے ہر ایک کو چاہیئے کہ اس (جہاد) میں حصہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن رات ایک کر دے" (ملفوظات جلد ۴ ص۱۹۶)

اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے والے ہوں اس طرح کہ ہماری زندگی، ہماری موت ہماری قربانیاں اور ہماری نمازیں غرضیکہ ہمارا سب کچھ حقیقی طور پر خدا ہی کے لئے ہو جائے۔ آمین یا رب العلمین آمین۔

اسلامی معاشرہ کی ایک اور نمایاں خصوصیت

جسمانی و روحانی نسل کی افزائش کا نظام

مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے

(قسط ہشتم)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ٥ (پارہ ۲۵ - الشوریٰ ۱۲ و ۱۳)

یعنی اللہ تعالیٰ (روحانی اور جسمانی) بلندیوں کا پیدا کرنے والا ہے (یعنی اس نے یہ آسمان اور زمین تمہارے لئے پیدا کئے ہیں تاکہ تم روحانی اور جسمانی طور پر۔ کیفیت کے لحاظ سے بھی نیز کمیت کے لحاظ سے بھی ان سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ اور ان کی وسعتوں کو بھر دو اور اسی لئے) اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے (روحانی و جسمانی) جوڑے بنائے ہیں اور چارپایوں کے بھی جوڑے بنائے ہیں (چارپایوں میں صرف اور صرف جسمانی افزائش نسل ہوتی ہے لیکن انسانوں میں ان جوڑوں سے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی افزائش مطلوب ہے) اس (طریق زوجیت) میں وہ تم کو بڑھاتا اور پھیلاتا چلا جاتا ہے۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ بہت سننے والا اور دیکھنے والا ہے (اس افزائش نسل سے اگر بظاہر مشکلات اور الجھنیں پیدا ہوتی نظر آئیں تو گھبرا نہ جانا کیونکہ ان مشکلات کو حل کرنے والی) آسمانوں اور زمین کی کنجیاں بھی اسی کے ہاتھ میں ہیں (یہ کبھی نہ خیال کرنا کہ انسانی نسل کی زیادتی سے خدا تعالیٰ کی رزاقیت کا کاروبار رخنہ پذیر ہو جائے گا کیونکہ اپنی حکیمانہ مشیت

کے تحت) وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں فراخی پیدا کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں تنگی پیدا کر دیتا ہے اور وہ ہر ایک امر کو (یعنی اس کی حکمت اور کنہہ کو) خوب اچھی طرح سے جانتا ہے۔

مندرجہ بالا آیہ کریمہ میں اسلامی معاشرہ کی اس خصوصیت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ بالطبع پھیلتا چلا جاتا ہے جسمانی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی۔ کیونکہ صرف جسمانی افزائش محل مدح نہیں جب تک ساتھ ساتھ روحانی افزائش کا سامان نہ ہو۔ اسی لئے ہمارے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

انّی مکاثر بکم الامم ومفاخر بکم

یعنی قیامت کے روز میں دوسری امتوں کے مقابلے میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔

اسی طرح بلحاظ کیفیت تم میرے لئے باعث فخر ہو گے۔

اسی جسمانی و روحانی افزائش امت کو مدّنظر رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

النکاح من سنّتی۔ فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی

کہ نکاح کرنا میرا طریق ہے اور جو میرے طریق سے بے رغبتی کرتا ہے اس سے میرا کوئی تعلق نہیں پھر فرمایا:۔

تَزَوَّجُوا وَلُودًا وَدُودًا

یعنی ایسی عورتوں سے شادی کرو جو بہت بچے پیدا کرنے والی اور بہت محبت کرنے والی ہوں کیونکہ محبت کرنے والیاں ہی اپنے خاوندوں کے لئے باعث تسکین اور اولاد کے لئے بہترین تربیت دینے والی ثابت ہوتی ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ایک عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے اعلیٰ خاندان کی وجہ سے یا مال کی وجہ سے یا حسن کی وجہ سے لیکن

علیک بذات الدّین تربت یداک

کہ اے مسلمان تو کسی عورت سے شادی کرتے وقت اس کی دینداری کو مدّنظر رکھ۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

یعنی اگر اس صفت کو مدّنظر نہ رکھو گے تو بہت نقصان اٹھاؤ گے۔ شادی کا حقیقی مقصد کہ روحانی نسل کی افزائش بھی ہو پورا نہ ہو گا اور خود تمہارے لئے کئی قسم کے ابتلاء پیدا ہو جائیں گے۔

حقیقت یہی ہے کہ رشتہ ازدواج کے ذریعہ نسل انسانی کی افزائش و بقا سے اللہ تعالےٰ کا حقیقی منشاء

یہی ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی نیک نسلیں جاری رہیں اس لئے مومنوں کا ایک بہت بڑا فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ دائمی طور پر اس مقصد کو سامنے رکھیں اور ان کو ہمیشہ یہی فکر دامنگیر رہے کہ ہماری روحانی نسل بھی دنیا میں قائم و دائم رہے ہمیشہ سے انبیاء و ابرار اسی رنگ میں فکر کرتے رہے ہیں اور اپنی اولاد کو اس مقصد کی تکمیل کے لئے وصیتیں کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پارہ ۱ البقرۃ ۱۳۱ تا ۱۳۵)

یعنی اُس شخص کے سوا جس نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا ہو۔ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین سے کون اعراض کر سکتا ہے۔ اور ہم نے یقیناً اُسے (اس) دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا اور آخرت میں بھی۔ وہ یقیناً نیک لوگوں میں (شمار) ہوگا۔ جب اس کے رب نے اسے کہا (ہماری) فرمانبرداری اختیار کر۔ اس نے (جواب میں) کہا کہ میں (تو پہلے ہی) تمام جہانوں کے رب کی فرمانبرداری اختیار کر چکا ہوں۔ اور ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوبؑ نے بھی (اپنے بیٹوں کو) اس بات کی تاکید کی (اور کہا کہ) اے میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس دین کو تمہارے لئے چن لیا ہے۔ پس ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم (اللہ تعالیٰ کے) پورے فرمانبردار ہو۔ (یعنی ہر دم فرمانبردار رہنا تا موت جب بھی آئے فرمانبرداری کی حالت میں ہی آئے) کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ پر موت (کی گھڑی) آئی۔ (اور) جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے (جواباً) کہا کہ ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادوں ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے عبادت کریں گے۔ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ یہ وہ جماعت ہے جو (اپنا زمانہ پورا کر کے) فوت ہو چکی ہے۔ جو کچھ

اس نے کمایا (اس کا نفع ونقصان) اس کے لئے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا (اس کا نفع و نقصان) تمہارے لئے ہے۔ اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کے متعلق تم سے (کچھ) نہیں پوچھا جائے گا (یعنی ان کا طریق عمل اور ان کی نیکیاں تمہارے کام نہ آسکیں گی۔ جب تک کہ تم ان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو)

ان آیات کریمہ سے ثابت ہے کہ انبیاء اور ابرار کو اپنے آخری وقتوں میں سب سے بڑی فکر یہی ہوتی ہے کہ ہماری روحانی نسل جاری رہے اور اسی کی وہ آخری وصیت کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ خود تو نیک ہوتے ہیں مگر ان کی روحانی طور پر نیک نسل جاری نہیں رہتی جس کی وجہ سے ان کی قوم انجام کار روحانی طور پر تباہ ہو جاتی ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اپنے نیک اور صالح آباء کی اصلاحیتوں سے روگردانی کرتے ہیں اور ہلاکت سے دوچار ہو جاتے ہیں جیسے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۝ (پارہ ۱۶ مریم ۶۰-۶۱)

یعنی (بعض اخیار و ابرار) کے بعد ان کی ایسی نسل آئی جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے پس عنقریب وہ گمراہی کے مقام تک پہنچ جائیں گے۔ سوائے اس کے جو (اللہ تعالےٰ کی طرف) جھک جائے گا۔ اور (سچا) ایمان لائے گا اور نیک (یعنی ایمان کے مطابق) عمل کرے گا۔ یہ لوگ جنت (دنیوی و اخروی) میں داخل ہوں گے اور ان کی (جزا میں) کوئی بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

اگرچہ اسلام نے جسمانی افزائش نسل پر بھی زور دیا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ روحانی افزائش نسل پر بہت زور دیا ہے اور اسی کو اصل برتری اور فضیلت قرار دیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

(پارہ ۲۲، الاحزاب: ۴۱)

یعنی نہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے، نہ ہیں (نہ ہونگے) لیکن (یہ مت خیال کرنا کہ ان کی نسل جاری نہیں اور یہ ابتر ہیں کیونکہ یہ) اللہ تعالےٰ کے رسول

ہیں (اور ان کی روحانی نسلیں بحیثیت رسول بے شمار اور پہلے رسولوں سے بھی بڑھ کر ہیں) بلکہ (اس سے بھی بڑھ کر) نبیوں کی مُہر ہیں (یعنی انہیں افاضۂ فیضان کی مُہر عطا کی گئی ہے۔ یہ مُہر اپنے اور بھی نقوش اپنی طرح کے پیدا کرے گی یعنی یہ تو نبیوں کے بھی باپ ہیں) اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز سے خوب آگاہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جسمانی اولاد نرینہ کی نفی کی گئی ہے۔ مگر ایسی روحانی نسل کی خوشخبری دی گئی ہے جو اپنی کمیت اور کیفیت میں پہلے انبیاء کی نسلوں سے بھی بڑھ کر ہوگی۔

پھر مخصوص طور پر آپ کو ایک روحانی فرزند کی بھی خبر دی گئی اور فرمایا کہ:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝ (سورۃ الکوثر)

یعنی اے رسول ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔ امام راغب اصفہانی اپنی کتاب "المفردات فی غریب القرآن" میں علاوہ کوثر کے اَور معانی کے یہ بھی لکھتے ہیں کہ

وقد یقال للرجل السخی الکوثر

یعنے کوثر سخی آدمی کو بھی کہا جاتا ہے۔

اسی طرح لغت کی مشہور کتاب اقرب الموارد میں کوثر کے دوسرے معانی کے علاوہ یہ معنی بھی درج ہیں کہ السید الکثیر الخیر یعنی ایسا سردار جو خیر کثیر والا ہو۔ الرجل الکثیر العطاء والخیر۔ یعنی ایسا شخص جو بہت سخی ہو اور بڑی خیر والا ہو۔ اس صورت میں آیت قرآنی کے یہ معنی ہوں گے۔ انا اعطیناک رجلاً کثیر العطاء والخیر۔ ہم تجھے ایک ایسا آدمی دیں گے جس میں عطا اور خیر کثرت سے پائی جائے گی۔ لازماً ایسا شخص جو آپ کو دیا جائے گا وہ آپ کا روحانی فرزند اور غلام ہوگا کیونکہ جو شخص کسی کو بخشا جاتا ہے وہ اس کا غلام ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد بھی ہے۔ قرآنی آیت میں کَ کی ضمیر یعنی تجھے کی جگہ احمد رکھ دیں اور کوثر کی جگہ غلام تو آیت کے معنی یہ بن جائیں گے کہ ہم احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ایک (عظیم الشان اور خیر کثیر والا) غلام احمد عطا کریں گے جو آپ کا روحانی فرزند ہوگا اس لئے آپ کو چاہیئے کہ اس بیٹے اور غلام کے دیئے جانے پر دعائیں کریں اور مزید قربانیاں کریں کیونکہ بیٹے کی پیدائش پر دعائیں بھی کی جاتی ہیں اور قربانی کا بکرا بطور عقیقہ دیا جاتا ہے اس بیٹے کی آمد پر یہ ثابت ہو جائے گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہرگز ابتر نہیں۔ بلکہ آپ کی روحانی نسل تو اپنی کیفیت نیز کمیت میں تمام انبیاء کی نسلوں سے بڑھ کر ہے۔ اور آپ کے دشمن ہی ابتر ثابت ہوں گے ؛ (تفصیل کے لئے دیکھیں تفسیر کبیر تفسیر سورۃ الکوثر)

جیسا کہ مندرجہ بالا تشریح سے ثابت ہے روحانی نسل کی بقا جسمانی نسل سے کہیں بڑھ کر اہم اور ضروری ہے۔ اسلامی معاشرہ کے ہر رکن کا فرض ہے کہ وہ اس کی فکر کرے۔ تربیت اولاد کے اصول سیکھے اور ان پر عمل کرے اور دعا کرے۔ چنانچہ قرآن کریم میں مومنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ
اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ (پارہ ۱۹ الفرقان: ۷۵)

یعنی وہ لوگ بھی (رحمٰن کے بندے ہیں) جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا (یعنی ہمارا خاندان اور ہماری اولادیں دین اور تقویٰ میں ہماری اتباع کریں اور ہمارے نقش قدم پر چلیں)

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ کی تربیت کرنے اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے۔ جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں ۔۔۔۔

حاصل کلام یہ ہے کہ لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں مگر نہ اس لئے کہ وہ خادم دین ہو بلکہ اس لئے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا، نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا۔ جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا یعنی خدا تو ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے۔ اور یہ تب ہی میسر آ سکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور

آگے کھولکر کہہ دیا وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا۔ اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم ص۳۷۲ و ص۳۷۳)

اولاد کی روحانی تربیت کے اصول قرآن کریم میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مضمون اس تفصیل کا حامل نہیں ہو سکتا۔ خلاصۃً یہ امر ضروری ہے کہ جمالی و جلالی دونوں طریقوں پر موقعہ و محل کی رعایت سے عمل کیا جائے بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ صرف سختی ہی کرنا جانتے ہیں۔ دوسرے صرف نرمی ہی کرتے ہیں حالانکہ صحیح تربیت موقعہ اور محل کے ساتھ دونوں ذریعہ سے ہوتی ہے۔

نیک روحانی نسل پیدا کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انسان خود ذکر الٰہی یعنی عبادات، دعاؤں اور قرآن کریم پر تدبر اور عمل سے غافل نہ ہو۔ کیونکہ جو ایسا کرے گا وہ بدعمل نسل کے ابتلاء میں ڈالا جائے گا العیاذ باللہ۔ حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں خدائی وعید کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء۔ اسی رات ایک الہام ہوا بوقت ۳ بجے ۲۰ منٹ اوپر اور وہ یہ ہے:

اعرض عن ذکری نبتلاہ بذریۃ فاسقۃ ملحدۃ یمیلون الی الدنیا ولا یعبدوننی شیئا۔ جو شخص قرآن کریم سے کنارہ کرے گا ہم اس کو ایک خبیث اولاد کے ساتھ مبتلا کریں گے جن کی ملحدانہ زندگی ہوگی وہ دنیا پر گریں گے اور میری پرستش سے ان کو کچھ بھی حصہ نہ ہوگا یعنی ایسی اولاد کا انجام بد ہوگا۔ اور توبہ اور تقویٰ نصیب نہیں ہوگا۔"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی ملا حاشیہ۔ بحوالہ تذکرہ طبع نو ص۴۵۷)

یہ بڑا ہی زبردست دل ہلا دینے والا وعیدی الہام ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ روحانی نسل تبھی جاری رہتی ہے جب انسان خود حقیقی نیکی اپنے اندر پیدا کرے اور ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اسے پڑھے اور عمل کرے اور اپنے اندر دل کی خلاؤں میں قرآن کریم کو داخل کرلے۔ تب اللہ تعالیٰ قرآنی برکت اس کی اولاد پر بھی ڈال دے گا اور جسمانی نسل کو اس کی نیک روحانی نسل بھی بنا دے گا۔ کہا جاتا ہے کہ

الولد سرٌّ لابیہ

یعنی اولاد اپنے ماں باپ کے مخفی رازوں کو ظاہر کرنے والی ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قرآن کریم سے عشق ہے۔ میں نے قرآن کریم اپنی ماں کے پیٹ میں سنا۔ اور محبت قرآن کو ورثہ میں پایا۔ میری والدہ حافظہ قرآن تھی اور ایام حمل میں قرآن کریم کی تلاوت کرتی رہتی تھی۔

اس کے علاوہ اور کئی ایک سنہری اصول ہیں تربیت اولاد کے جن کو قرآن کریم سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی معاشرہ طبعی طور پر بلحاظ کیفیت و بلحاظ کمیت وسعت پسند ہے اور پھیلاؤ اور افزائش کو چاہتا ہے۔

سلسلہ تزوج کے علاوہ روحانی نسل کی افزائش کا دوسرا طریق تبلیغِ دین ہے کہ انسان ہر دم خلقِ خدا کو اللہ تعالےٰ کے دینِ حق کی طرف بلائے اور لوگوں کو حقیقی اسلام میں داخل کرے اور انہیں آسمانی پانی سے سیراب کرکے ان کی روحانی تشنگی کو دور کرے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا
مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً طَهُوْرًا ۔ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا
خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۡ
فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۔ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ
نَّذِيْرًا ۔ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۔ وَ
هُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ
وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۔ (پارہ ۱۹: الفرقان ۴۹-۵۴)

اللہ تعالےٰ نے جسمانی عالم کی تمثیلات سے عالمِ روحانی کی کیفیات قرآن کریم میں بیان کی ہیں۔ پھر قرآن کریم ہر زمانے کے لوگوں کو مخاطب کرتا ہے۔ اس ہمارے موجودہ زمانے کے لحاظ سے مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ کی روحانی تشریح کچھ یوں ہوگی کہ اللہ تعالےٰ جب اس روحانیت سے عاری ویران و بنجر اور قحط زدہ دنیا کے کسی ملک میں اپنی رحمت کی بارش برسانا چاہتا ہے۔ یعنی اس کی یہ مشیت ہو جاتی ہے کہ قرآنی انوار کی بارش اس ملک کے لوگوں پر بالواسطہ اور بلاواسطہ برسائی جائے تو اپنی رحمت کے پیشرو کے طور پر وہاں مبلغین اسلام نسیم رحمت بن کر پہنچ جاتے ہیں۔ جب وہاں کے لوگ ان سے قرآنی انوار کو جذب کر لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ ان پر آسمانی پانی کی بارش برسا دیتا ہے۔ جس سے ان کے جھلسے ہوئے قلوب پھر لہلہانے لگ جاتے ہیں اور قلوب کی مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور اللہ تعالےٰ آسمانی انوار کے پانی سے اپنے پیدا کئے ہوئے چارپایوں اور بہت سے انسانوں کو سیراب کرتا ہے۔ یعنی ان کو بھی جو چوپاؤں کی طرح سے صرف حیوانی اور اتباعِ شہوات اور الحاد کی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں اور ان کو بھی جنہیں تعلق باللہ کی کچھ نہ کچھ خواہش و طلب باقی ہوتی ہے اور وہ اگرچہ غلط مذہب پر ہوتے ہیں مگر انسانیت ان میں ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ اس آسمانی انوار کے پانی کو اور قرآنی تعلیم کی شراب کو مختلف طریقوں سے، انفسی طریقوں سے بھی اور آفاقی طریقوں سے بھی، علمی طریق سے بھی اور روحانی تجارب و کشوف و رؤیاء صالحہ کے ذریعہ سے بھی ان لوگوں کے درمیان خوب پھیلا دیتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور روحانی شرف اور رفعت کو حاصل کریں لیکن افسوس کہ لوگوں میں سے اکثر ناشکری، کفر اور انکار کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہوتے۔

اور اگر ہم چاہتے تو بجائے مختلف ممالک میں مبلغین بھجوانے کے لئے ہر بستی میں ایک خدا کے عذاب سے چوکس کر دینے والا ایک نذیر بھیج دیتے مگر اللہ تعالےٰ کی حکمت نے یہی تقاضا کیا کہ اس زمانہ میں صرف ایک نذیر ہی بھیجے۔ پھر اس کے سچے متبعین اس کی آواز کو دنیا کی ہر بستی میں پہنچائیں۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

پس اے دنیا میں اسلامی معاشرہ، نئی زمین اور نیا آسمان قائم کرنے کے دعویدار احمدی بالکل قرآنی تعلیم سے انکار کرنے والی کوئی بات نہ ماننا۔ ان کا کوئی اثر بھی قبول نہ کرنا۔ ان کی تہذیب و تمدن اور ان کے خیالات و فلسفہ سے متاثر نہ ہونا بلکہ اس آسمانی پانی یعنی قرآن کریم کے ذریعہ سے ان سے ایک بہت بڑے جہاد میں (جہاد کبیر) میں مصروف رہنا لیکن ایسے مبلغین کی مثال یہی ہونی چاہیئے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ ظاہری دریاؤں اور سمندر کے پانیوں کو ملا دیتا ہے جبکہ دریاؤں کا پانی تو بہت میٹھا اور سمندر کا پانی نمکین اور کڑوا ہوتا ہے لیکن باوجود ملنے کے ان کے درمیان ایک روک رہتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو پرے رکھتے ہیں یعنی مبلغین، اسلام کی میٹھی اور شیریں تعلیم کے پانی کے حامل ہوتے ہیں لیکن منکرین کا تہذیب و تمدن خیالات و فلسفہ گو بظاہر خوشگوار اور لذیذ مگر روحانی اعتبار سے درحقیقت نہایت بُرے کڑوے اور نمکین ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ کے بندے باوجود اس کے کہ وہ اس نمکین اور کڑوے سمندر کے درمیان رہتے ہیں اس کڑوے پانی سے اپنی لوحوں کی مٹھاس اور لذت کو خراب نہیں کرتے اور باطل کا ذرا بھی اثر قبول نہیں کرتے بلکہ ان کے اثرات کو پرے ہی رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کے اذن سے ان کی میٹھی تعلیم باطل کی کڑواہٹ پر غالب آجاتی ہے اور اس کے اثر کو زائل کر دیتی ہے۔

ان آیاتِ کریمہ کے کچھ آگے جا کر اسی سورۃ شریفہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا (پارہ ۱۹ الفرقان : ۶۲)

یعنی بہت ہی برکت والی ہے وہ ہستی جس نے (ظاہری اور روحانی) آسمان میں ستاروں کے ٹھہرنے کے مقام بنائے ہیں اور اس میں ایک چمکتا ہوا سورج اور نور بکھیرنے والا چاند بنایا ہے۔ روحانی لحاظ سے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے روحانی آسمان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چمکتا ہوا اور ذاتی روشنی والا سورج بنایا جسے قرآن کریم میں دوسری جگہ سراجاً منیراً بھی کہا گیا ہے۔ پھر اس آسمان روحانی میں روحانی ستاروں یعنی مجددین امت کی بعثت کے بارہ مقام بنائے۔ یعنی بارہ مجددین آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کی پیشگوئی حدیث مجدد دین کے تحت امت کے افق پر طلوع پذیر ہوئے آخر میں اپنے روحانی سورج سے روشنی لے کر دنیا میں چاندنی بکھیرنے والا ایک بدر کامل دنیا میں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب ایک ایک کر کے یہ پروگرام اپنی تکمیل کو پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ کی عظیم برکات کا ظہور دنیا میں ہو جائے گا۔ اسلام ساری دنیا پر سیلاب کے پانی کی طرح چھا جائے گا۔ زمین کا ذرہ ذرہ روحانی آفتاب کی ضیا پاشیوں سے بقعۂ نور بن جائے گا اور ہر زبان سے یہ صدا بلند ہوگی کہ تبارک الذی .... الخ اس وقت اسلامی معاشرہ کا حسن کیفیت و کمیت دونوں رنگ میں پورے طور پر دنیا پر ظاہر ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو صرف بیج بونے کے لئے آئے تھے لیکن حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق یہ بیج بڑھے گا، پھولے گا اور پھلے گا یہاں تک کہ سارے عالم پر محیط ہو جائے گا۔ اے خدا تو ہماری زندگیوں میں یہ بابرکت نظارہ ہمیں دکھلا آمین۔

اب ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ دنیا کی تمام نسلوں اور قوموں کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالنے کی پوری کوشش کرے تا نبیٔ اکرمؐ ہر لحاظ سے صاحب کثرت و کوثر ہو جائیں۔ اسی مقصد کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کا آسمانی پودا لگایا جو پہلے ایک بیج تھا مگر اب ایک درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ "یَخْرِجُ هَمُّهُ وَغَمُّهُ دَوْحَةَ اِسْمٰعِیْلَ" کہ مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی دعاؤں اور ہم و غم کے نتیجہ میں ایک اسمٰعیلی درخت اُگے گا۔ اسمٰعیل (علیہ السلام) وہ فرزند تھا جسے اس کے جسمانی و روحانی والد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر کے اسے مصنوعی طور پر ذبح کر دیا۔ پھر ظاہری طور پر بھی ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس فرزند نے بھی دونوں قسم کے ذبح کو برضا و خوشی قبول کیا۔ اسی لئے وہ ذبیح اللہ کہلایا۔ پس تحریک جدید بھی اسمٰعیل صفت واقفین زندگی کا وہ شجرۂ طیبہ ہے جو کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہمارے درمیان لگایا۔ اسی طرح وقف جدید بھی اسی درخت کا حصہ ہے وہ بھی انہی مقدس ہاتھوں سے لگایا گیا۔

پس اے فرزندان احمدیت! اگر آپ دنیا میں ابراہیم ثانی (علیہ السلام) کی روحانی نسلوں کی افزائش چاہتے ہیں کہ ایک دن آوے کہ آسمان کے ستاروں کی طرح وہ بھی نہ گنی جائیں تو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی اور اپنی اولادوں کی زندگیاں حقیقی طور پر وقف کر کے اس دوحۂ اسمٰعیل میں شامل ہو جائیں۔ خود حضرت مصلح موعودؓ دوحۂ اسمٰعیل تھے (جیسا کہ حضور نے خود اس امر کا دعویٰ کیا ہے) اور جو حقیقی واقف زندگی ہوگا وہ بھی اسی درخت کا حصہ اور اس کا پھل شمار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا ہی بننے کی سعادت نصیب کرے محض اپنے فضل سے۔ محض اپنے فضل سے۔ محض اپنے فضل سے۔ آمین ثم آمین۔ تاہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ کلام ایک نئی شان سے پورا ہو کہ ؎ **نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار**

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عیسائیت کے ایک اور گڑھ میں خانۂ خدا کی معجزانہ تعمیر

امریکہ کے عیسائی اخبار "کیتھولک ٹیلیگراف" میں مسجد کا تفصیلی ذکر

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باون سالہ انتہائی مقدس و مبارک موعودہ عہد خلافت کے آخری سال یعنی ۱۹۶۵ء کا غلبۂ اسلام کے ضمن میں سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس سال عیسائیت کے ایک اور گڑھ میں ایک خانۂ خدا کی معجزانہ طور پر تعمیر عمل میں آئی۔

عیسائیت کا وہ گڑھ امریکہ کی ریاست اوہائیو کا مشہور شہر ڈیٹن ہے۔ اس شہر کی آبادی دو لاکھ چوہتر ہزار نو سو ستر نفوس پر مشتمل ہے۔ اس پونے تین لاکھ کی آبادی کے لئے شہر میں کم و بیش پانچ سو گرجے ہیں اور پادریوں کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔ گویا شہر میں ہر چھ سو آدمیوں کے لئے ایک گرجا ہے اور وہاں کے ہر تین سو آدمیوں میں سے ایک شخص پادری ہے۔ اس شہر میں اگرچہ گزشتہ ۳۲ سال سے جماعت احمدیہ قائم تھی اور وہاں اسلام کا پیغام پہنچایا جا رہا تھا لیکن ۱۹۶۵ء کے اوائل تک وہاں کوئی مسجد تعمیر نہ ہو سکی تھی اور ہمارے نومسلم احباب ایک مکان میں ہی نمازیں ادا کرتے چلے آ رہے تھے اگرچہ انہوں نے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے باوجود ۱۹۵۳ء میں ایک مسجد تعمیر کرنے کے لئے جدوجہد شروع کی تھی لیکن حسب ضرورت رقم فراہم نہ ہونے کی وجہ سے یہ کوشش بار آور نہ ہو سکی۔ اس وقت کی جدوجہد اس حد تک ہی محدود تھی کہ ایک نہایت مخلص بھائی مکرم جناب ولی کریم صاحب نے جو وہاں کے باشندہ تھے اپنا ملکیتی ایک قطعہ زمین خانۂ خدا کی تعمیر کے لئے ہبہ کر دیا۔ دیگر احباب جماعت نے بھی حسب توفیق قربانی سے کام لیتے ہوئے کچھ رقم پیش کی ہر چند کہ وہ رقم مسجد کی تعمیر کے لئے ناکافی تھی تاہم

انہوں نے اس خیال سے کہ کام کا آغاز ہو جائے تو بہتر ہے مسجد کی بنیاد رکھ دی۔ فراہم کردہ رقم سے وہ صرف ایک تہہ خانہ ہی جو دو غسل خانوں ایک باورچی خانہ اور ایک سٹور پر مشتمل تھا بنا سکے۔ اصل مسجد کی تعمیر شروع نہ ہو سکی۔ گذشتہ دس سال سے یہ تہہ خانہ اسی حال میں چلا آ رہا تھا اور مسجد کی تعمیر کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

اس کے پورے دس سال بعد عبد الحمید صاحب جماعت احمدیہ کے پہلے مبلغ کی حیثیت سے ڈیٹن پہنچے آپ کے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کسی نہ کسی طرح مسجد تعمیر کی جائے اس کے لئے آپ نے دعا شروع کی اور ساتھ ہی اس امر کے باوجود کہ مقامی جماعت کے آمدن پیدا کرنے والے افراد کا ماہوار چندہ یک صد ڈالر سے بھی کم بنتا تھا خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی تائید و نصرت پر بھروسہ رکھتے ہوئے جماعت میں تعمیر کے لیے مخصوص چندہ کی تحریک کر ڈالی۔ مقصد نیک تھا اور عزم راسخ۔ اثر در جذب میں ڈوبی ہوئی بات دلوں میں اترتی چلی گئی جناب ولی کریم صاحب جنہوں نے دس سال قبل مسجد کے لئے اپنا ایک قطعہ زمین پیش کیا تھا بڑے جذبہ سے کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا:-

"میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر جماعت کے کسی فرد نے بھی میرا ساتھ نہ دیا تو میں مسجد کی تعمیر کا سارا خرچ خود برداشت کروں گا۔"

یہ کہہ کر انھوں نے بڑی پُر جوش آواز میں نعرہ تکبیر بلند کیا اور زار و قطار رونے لگے۔ ایک ہزار ڈالر ان کے پاس موجود تھے۔ وہ تو انھوں نے بلا توقف پیش کر دیئے۔ اس کے علاوہ ایک قطعہ زمین ان کے پاس اور تھا۔ نیت یہ کی کہ اسے فروخت کر کے اس کی رقم بھی مسجد کی تعمیر پر لگا دوں گا۔ اس کے علاوہ مزید جو رقم بھی خدا دے گا اسے بھی اسی کے لئے وقف کرتا چلا جاؤں گا تا آنکہ مسجد مکمل ہو جائے۔ اندازہ لگایا گیا تو پتہ چلا کہ مسجد کی تعمیر پر تیس پینتیس ہزار ڈالر خرچ ہوں گے۔ ادھر مقامی احباب نے تین ہزار ڈالر اس مقصد کے لئے جمع کر لئے تھے لیکن ساری رقم مل ملا کر بھی مسجد کی تعمیر کے لئے یکسر ناکافی تھی۔ ادھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ محترم ولی کریم صاحب جنہوں نے ہمت مردانہ سے کام لیتے ہوئے مسجد کا سارا خرچ برداشت کرنے کا ذمہ اٹھایا تھا ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۴ء کو وفات پا گئے۔ ان حالات میں مسجد کی تعمیر شروع ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ مگر مبلغ اسلام مقیم ڈیٹن مکرم عبد الحمید صاحب نے ہمت نہ ہاری جماعت میں رقم کی فراہمی کے لئے برابر تحریک کرتے رہے نیز دعائیں بھی جاری رکھیں۔ پھر امریکہ کی دیگر جماعت ہائے احمدیہ میں بھی دوسرے مبلغین کرام کے ذریعہ چندہ کی تحریک کرانے کا انتظام کر کے خدائے قادر و قدوس کی تائید غیبی پر بھروسہ کرتے ہوئے موجود الوقت رقم سے ۲۳ مارچ ۱۹۶۵ء کو مسجد کی تعمیر شروع کر دی۔ محترم ولی کریم صاحب مرحوم کا جذبہ بے اختیار اور مکرم عبد الحمید صاحب کی جرأت رندانہ کام آئی۔ خدا تعالیٰ جس کے سہارے انہوں نے اس نیک کام کا آغاز کیا تھا امریکہ کی مختلف جماعتوں اور احباب

کی طرف سے برابر رقوم بھجواتا رہا۔ وکالت تبشیر نے بھی مرکز کی طرف سے پانچ ہزار ڈالر بھجوانے کا انتظام کیا حتی کہ سراسر مخالف حالات میں معجزانہ طور پر اگست ۱۹۶۵ء کے اواخر تک گنبد اور میناروں سے آراستہ ایک عالیشان مسجد تعمیر ہو گئی۔ اس طرح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے نہایت ہی مقدس و مبارک موعودہ عہد خلافت میں مشرق و مغرب میں تعمیر ہونے والی سینکڑوں مساجد میں سے سرزمین مغرب میں تعمیر ہونے والی آخری مسجد تعمیر کرنے کی سعادت مکرم عبدالحمید صاحب کے حصہ میں آئی ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم۔

۴ ستمبر ۱۹۶۵ء کو امریکہ مشن کی سالانہ کنونشن کے موقع پر مبلغ انچارج امریکہ مشن مکرم چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب بنگالی نے مسجد کے باہر کھڑے ہو کر اجتماعی دعا کرائی جس میں کنونشن پر آنے والے جملہ نمائندگان شریک ہوئے۔ پھر سب دوست دعائیں کرتے ہوئے مسجد کے اندر داخل ہوئے۔ دو نفل نماز باجماعت ادا کی گئی۔ سب نے مل کر نماز کے دوران مسجد کی تعمیر میں حصہ لینے والے احباب نیز اس علاقہ میں اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے دعائیں مانگیں۔ اس طرح امریکہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے تعمیر ہونے والی مسجد کا اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ افتتاح عمل میں آیا۔ امریکہ کے شہروں میں سے واشنگٹن شکاگو اور پٹسبرگ میں جماعت احمدیہ کی مسجدیں پہلے ہی موجود ہیں جن میں باقاعدہ نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے لیکن وہ جماعت کے خرید کردہ مکانوں میں قائم ہیں۔ ان مکانوں کو مسجد کی شکل دے دی گئی تھی۔ اس لحاظ سے ڈیٹن کی نو تعمیر شدہ مسجد امریکہ میں جماعت کی چوتھی مسجد ہے۔

تین لاکھ کی عیسائی آبادی، پانچ سو گرجوں اور ایک ہزار پادریوں کے شہر ڈیٹن میں پہلی مسجد کا تعمیر ہونا تھا کہ وہاں کے عیسائی پریس میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ مخالف اور موافق ہر قسم کے تبصرے شائع ہونے شروع ہو گئے مقامی اخبارات کے نمائندگان نے بکثرت مسجد آ کر اسلام اور جماعت احمدیہ کے متعلق معلومات حاصل کیں مسجد کے فوٹو اتارے اور پھر انہیں تفصیلی نوٹس کے ساتھ اپنے اپنے اخبار میں شائع کیا۔ اس طرح ڈیٹن کے بچے بچے کو اس بات کا علم ہو گیا کہ شہر میں سینکڑوں گرجے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی عبادت گاہ یعنی ایک مسجد بھی تعمیر ہو گئی ہے جسے شہر کے مسلمانوں نے خود تعمیر کیا ہے۔ الغرض مسجد کی تعمیر کے نتیجہ میں وہاں عوام میں اسلام کے متعلق دلچسپی بہت بڑھ گئی ہے اور وہ اسلام کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے کی غرض سے مسجد میں آتے رہتے ہیں۔

اخباروں میں مسجد کے متعلق مضامین اور خبریں نیز مسجد کے فوٹو شائع ہونے کا سلسلہ تاحال جاری ہے چنانچہ ڈیٹن کے عیسائی اخبار "کیتھولک ٹیلی گراف" نے اپنی ۲۱ جنوری ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں مسجد کا تین کالمی فوٹو شائع کر کے مسجد کے متعلق اپنے نمائندے کی ایک تفصیلی خبر شائع کی ہے۔ فوٹو میں مسجد کے سامنے اس

[illegible]

ساتھ ادا کرنے کی لیاقت اپنے اندر پیدا کر چکے تھے

ڈیٹن کی مسجد کے عبادت کے کمرہ میں نہ تو کوئی فرنیچر ہے اور نہ ہی گرجوں کی طرح سجاوٹ کی دوسری چیزیں ہیں۔ البتہ فرش پر ایک دبیز قالین بچھا ہوا ہے۔ ہر آنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جوتے اتار کر اس میں داخل ہو تاکہ قالین صاف ستھرا رہے

حضرت مریمؑ کے تقدس اور احترام کے بارہ میں بشوق گفتگو کرتے ہوئے امام صاحب نے اپنے ڈیسک پر بیٹھے بیٹھے مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید کے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لائی ہوئی تعلیم پر مشتمل ہے اوراق الٹنے شروع کر دیئے اور بلند آواز سے وہ حصہ پڑھا جو مریمؑ کے پاس فرشتوں کے آنے اور مسیح کی ولادت کی بشارت دینے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ یہ دکھانا چاہتے تھے کہ بائبل کے بیان کے بالمقابل اس بارہ میں قرآن کیا کہتا ہے۔ انھوں نے پڑھ کر سنایا:۔

"اور اُس وقت کو یاد کرو جب ملائکہ نے کہا کہ اے مریم! اللہ نے یقیناً تجھے برگزیدہ کیا ہے اور پاک کیا ہے اور سب جہان کی عورتوں کے مقابلہ میں تجھے چن لیا ہے۔ اے مریم! تو اپنے رب کی فرمانبردار بن اور سجدہ کر اور صرف موحدانہ پرستش کرنے والوں کے ساتھ مل کر موحدانہ پرستش کر" (آل عمران ع۵)

انھوں نے مزید بتایا کہ قرآن کی رو سے فرشتوں نے مریم سے یہ بھی کہا:۔

"اے مریم! اللہ تجھے اپنے کلام کے ذریعہ سے (ایک لڑکے کی) بشارت دیتا ہے۔ اُس (مبشر) کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا جو (اِس) دنیا اور آخرت میں صاحبِ منزلت ہوگا اور خدا کے مقربوں میں سے ہوگا"

امام صاحب یہ آیت پڑھتے ہوئے رُکے اور انہوں نے توجہ دلائی کہ قرآن کے متن میں "کلمہ" کا لفظ آتا ہے اور یہی لفظ مسیح کے متعلق انجیل میں بھی استعمال ہوا ہے اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ مریم نے فرشتوں کو کیا جواب دیا۔ چنانچہ انہوں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:۔

"اس نے کہا اے میرے رب! میرے ہاں بچہ کس طرح ہوگا حالانکہ کسی بشر نے مجھے نہیں چھوا فرمایا اللہ کا کام ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے متعلق صرف یہ کہتا ہے کہ تو وجود میں آجا تو وہ وجود میں آجاتی ہے"

جب یہ سوال کیا گیا کہ کیا عیسیٰ اسلامی عقیدہ کی رو سے مسیح بھی تھا؛ تو عبدالحمید صاحب نے کہا عیسیٰ علیہ السلام ساری دنیا کے لئے مسیح نہیں تھے وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف مسیح بنا کر بھیجے گئے تھے۔

اس کے بعد انہوں نے جماعت احمدیہ کے عقاید پر روشنی ڈالی۔ ان عقاید کی بنا پر ان کی جماعت کا نہ صرف عیسائیوں بلکہ دوسرے مسلمانوں کی اکثریت سے بھی اختلاف ہے۔

اس اسلامی جماعت (جماعت احمدیہ) کے بانی مرزا غلام احمد (علیہ السلام) تھے جو ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے تھے۔ جماعت احمدیہ کے عقیدہ کی رو سے مسیح کی آمد ثانی کا وعدہ آپؑ کے وجود میں پورا ہوا لہذا آپؑ مسیح موعود تھے۔

امام صاحب کے بیان کے موجب بانیٔ سلسلہؑ کی عمر جب چالیس سال ہوئی تو آپؑ پر خدا کی وحی اور الہامات کا نزول شروع ہوا۔ اسی عمر میں محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی تھی۔ آپؑ پر پینتیس سال تک الہامات نازل ہوتے رہے۔ عبدالحمید صاحب نے اس بات کا اثبات میں جواب دیا کہ بہت سے مسلمان آپؑ کے دعوے کو تسلیم نہیں کرتے۔

عبدالحمید صاحب کے نظریہ کے بموجب اللہ تعالےٰ نے مسیح کو صلیب پر سے زندہ بچالیا تھا۔ صرف بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ وفات پاگئے ہیں۔ بعد میں ان کے زخم مندمل ہوگئے۔ صحت یاب ہونے کے بعد ایک طویل سفر اختیار کرکے وہ کشمیر آئے جہاں انھوں نے ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

جماعت احمدیہ کا مرکز پاکستان کا ربوہ نامی ایک شہر ہے جہاں عبدالحمید صاحب ایک یا دو سال بعد واپس جانے کی توقع رکھتے ہیں۔ ڈیٹن آنے سے پہلے انہیں لندن کی ایک مسجد میں متعین کیا گیا تھا جہاں وہ ایک سال سے زیادہ عرصہ تک رہے۔

عبدالحمید صاحب نے بتایا کہ اوہائیو میں ڈیٹن کے علاوہ صرف ایک مقام اور ہے جہاں مسلمان موجود ہیں اور وہ ہے "ایتھنز" وہاں ایک تحقیقی ادارہ بھی ہے لیکن کوئی مسجد نہیں ہے۔"

(کیتھولک ٹیلی گراف، ڈیٹن (امریکہ) بابت ۱۲ر جنوری ۱۹۶۶ء)

اخبار مذکور میں شائع ہونے والی اس خبر سے صاف عیاں ہے کہ ڈیٹن میں پہلی مسجد تعمیر ہونے سے ریاست اوہائیو میں خدا کے فضل سے اسلام کا بہت چرچا ہوا ہے۔ لوگوں میں اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا رجحان پیدا ہوا ہے اور یہ امر اسلام میں ان کی دلچسپی کو بڑھانے کا موجب بنا ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مسجد کی تعمیر میں برکت ڈالے تا یہ امریکہ میں پیاسی روحوں کو اسلام کی آغوش میں لانے اور ان کی تشنگی کو بجھانے کا موجب بنے۔ اللہ تعالےٰ ڈیٹن کی مقامی جماعت کے مخلص اور ایثار پیشہ احباب اور امریکہ کی دیگر احمدیہ جماعتوں اور ان کے مخلص و مخیر افراد کو جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اپنے خاص الخاص فضلوں سے نوازے اور ان کے جذبۂ خدمتِ اسلام کو فزوں سے

فرماں نزکرکے انہیں بے حساب اجروثواب سے مالا مال فرمائے اور علی الخصوص محترم ولی کریم صاحب مرحوم کے جنت الفردوس میں درجات بلند کرکے ان کو اپنا خاص مقام قرب عطا فرمائے۔ نیز ہمیں امریکہ میں ایسی سینکڑوں مساجد تعمیر کرنے کی توفیق بخشے تا اسلام کے جلد از جلد امریکہ میں غالب آنے سے وہاں بھی خدا کی بادشاہت اسی طرح قائم ہو جیسا کہ وہ آسمان پر قائم ہے۔ آمین۔

"خدا تعالیٰ میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقے کو غالب کرے گا اور میرے فرقے کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا مونہہ بند کر دیں گے اور ہر قوم اس چشمے سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا"

(تجلیات الٰہیہ)

بچوں کا صفحہ

ایک دلچسپ کہانی

بچوں کو کہانیاں سننے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ آج ہم بھی تم کو ایک کہانی سناتے ہیں۔ کہانی بہت دلچسپ اور مزیدار ہے اور ہے بھی وہ جو حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا اپنی مبشر اولاد کو سنایا کرتی تھیں۔ یہ کہانی ہم سناتے بھی ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زبانی۔ حضورؓ نے ایک دفعہ تقریر میں یہ کہانی مثال کے طور پر ساری جماعت کو سنائی تھی۔ ہاں تو حضورؓ فرماتے ہیں:-

"ہم جب بچے تھے تو حضرت ام المومنین ہمیں کہانی سنایا کرتی تھیں کہ ایک جولاہا کہیں کھڑا تھا کہ بگولا اٹھا اور وہ اس کی لپیٹ میں اڑتے اڑتے کسی شہر کے پاس آ گرا۔ اس شہر میں ایک نیم پاگل بادشاہ رہا کرتا تھا۔ اس کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ کئی شہزادوں نے رشتہ کی درخواست کی مگر اس نے سب درخواستیں کو ردّ کر دیا۔ اور کہا میں اپنی لڑکی کی شادی کسی فرشتہ سے کروں گا جو آسمان سے اترے گا۔ جوں جوں دن گزرتے گئے لڑکی کی عمر بڑی ہوتی گئی۔

اب وہ جولاہا بگولے کی لپیٹ میں جو اس شہر کے قریب آکر ننگ دھڑنگ گرا تو لوگ دوڑتے ہوئے بادشاہ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ حضور آسمان سے فرشتہ آگیا ہے۔ اب اپنی لڑکی کی اس سے شادی کر دیں۔ بادشاہ نے اپنی لڑکی کی جولاہے سے شادی کر دی۔ وہ بیچارہ آدمی تھا نرم نرم گدیلوں اور اعلےٰ اعلےٰ کھانوں کو وہ کیا جانتا تھا۔ اسے تو سب سے بہتر یہی نظر آتا تھا کہ زمین پر ننگے بدن سوئے اور روکھی سوکھی روٹی کھائے مگر جب بادشاہ کا داماد بنا تو اسکی خاطر تواضع ہونے لگی۔ نوکر کبھی اس کے لئے پلاؤ پکائیں کبھی زردہ پکائیں، کبھی مرغا تیار کریں۔ پھر جب بستر پر لیٹتا تو نیچے بھی گدیلے ہوتے اور اوپر بھی اور کئی خادم اسے دبانے لگ جاتے۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنی ماں سے ملنے کے لئے آیا۔ ماں نے اسے دیکھا تو گلے سے چمٹا لیا اور رونے لگی کہ معلوم نہیں اتنے عرصہ میں اس پر کیا کیا مصیبتیں آئی ہوں گی۔ جولاہا بھی چیخیں مار مار کر رونے

لگ گیا اور کہنے لگا۔ اماں میں تو بڑی مصیبت میں رہا۔ ایک ایک دن گزارنا میرے لئے مشکل تھا۔ کوئی ایک تکلیف ہو تو بیان کروں۔ میرے تو پور پور میں دُکھ بھرا ہُوا ہے۔ اماں کیا بتاؤں مجھے صبح و شام لوگ کیڑے پکاکر کھلاتے رہے (چاول جو اسے کھانے کے لئے دیئے جاتے تھے ان کا نام اس بیوقوف نے کیڑے رکھ دیا) پھر وہ بولا وہ نیچے بھی روئی رکھ دیتے اور اوپر بھی اور مجھے مارنے لگ جاتے یعنی دباتے کو اس نے مارنا قرار دیا۔ اس طرح ایک ایک کرکے اس نے سارے آراموں کو دُکھوں اور مصیبتوں کے طور پر بتانا شروع کیا۔ ماں نے یہ سنا تو چیخیں مار مار کر رونے لگ گئی اور کہنے لگی "ہے پُت تجھ پر یہ دکھ یعنی اتنی چھوٹی سی جان اور یہ مصیبتیں"۔

(الفضل ۱۱ر جولائی ۱۹۶۲ء)

دیکھا کیسی مزیدار کہانی ہے۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے بھی عقل چاہیئے۔ اگر انسان کے پاس عقل کی رتّی نہ ہو تو وہ نعمت کو بھی زحمت ہی سمجھتا ہے۔

میں کیا چاہتا ہوں ؟

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بتاؤں تمہیں کیا میں کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں

میں اپنے سیاہ خانۂ دل کی خاطر
وفاؤں کے خالق وفا چاہتا ہوں

جو پھر سے ہرا کردے ہر خشک پودا
چمن کے لئے وہ صبا چاہتا ہوں

مجھے بَیر ہرگز نہیں ہے کسی سے
میں دُنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

دکھائے جو ہر دم ترا حسن مجھکو
مری جاں میں وہ آئینہ چاہتا ہوں

(کلام محمود)

عہدیداران مجالس انصار اللہ کے لئے ضروری ہدایات

برائے سال سنہ ۱۹۶۶ء
۱۳۴۵ ہش

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی درخواست پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال رواں کے لئے جو لائحہ عمل منظور فرمایا ہے وہ قیادت وار پیش خدمت ہے۔ مجلس انصار اللہ کا یہ لائحہ عمل خلافت ثالثہ کے دور کا پہلا لائحہ عمل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل کو پہلے سے زیادہ جذب کرنے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ اشاعتِ دینِ اسلام کے لئے اپنے اندر ایک نیا جوش، ولولہ اور عزم پیدا کرے اور اپنے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے ہر نیکی کو انشراحِ قلب اور شرح صدر سے بجا لائے ـــــ انصار اللہ کے کام کا یہ ایک مختصر سا ڈھانچہ ہے جسے سامنے رکھ کر مجالس نے سارا سال کام کرنا ہے اور ہر مجلس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ۳۱ دسمبر ۶۶ء تک اس لائحہ عمل کی ہر شق کو عملی جامہ پہنائے گی۔ انشاء اللہ۔ (قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

قیادت عمومی:-

(۱) حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جلسہ سالانہ کے ارشاد کی تعمیل میں ہر مجلس اپنے اراکین میں مجلس کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نیا جوش اور نیا عزم پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

(۲) مرکزی سالانہ اجتماع انصار اللہ میں نہ صرف نمائندگان شوریٰ تشریف لائیں بلکہ دیگر اراکین مجلس انصار اللہ بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرما کر اس کی برکات سے متمتع ہونے کی کوشش کریں۔ زعماء/زعماء اعلیٰ اصحاب اجتماع میں شمولیت کے لئے احباب کو تحریک فرماتے رہیں۔

(۳) مرکز کو آپ کی مساعی کا علم اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب آپ کی طرف سے کارگزاری کی رپورٹ ہر ماہ باقاعدہ موصول ہو اس لئے ازراہ کرم بغیر کسی تساہل کے ہر ماہ کی دس تاریخ تک گزشتہ ماہ کی رپورٹ ضرور مرکز میں بھجواتے رہیں۔

(۴) بڑی مجالس بالخصوص ضلعی و علاقائی مجالس اپنے ہاں تربیتی اجتماعات کے لئے تاریخیں تجویز کر کے مرکز میں بھجوائیں۔

(۵) ماہنامہ انصار اللہ کی توسیع اشاعت کے لئے خاص کوشش کی جائے تاکہ یہ رسالہ خود کفیل ہو سکے۔

(۶) شوریٰ انصار اللہ کے لئے تجاویز مقامی مجلس عاملہ کی منظوری سے ۱۵ ستمبر تک مرکز میں پہنچ جانی چاہئیں۔

قیادت تجنید

(قائد تجنید۔ مکرم پروفیسر حبیب اللہ خاں صاحب)

(۱)۔ تمام ایسے احباب کو مجلس انصار اللہ کا رکن بنایا جائے جو گزشتہ سال کے دوران ۴۰ سال کی عمر تک پہنچ چکے ہوں۔

۲۔ ناظمین اضلاع و ناظمین علاقہ اس امر کا جائزہ لیں کہ کوئی ایسی جماعت نہ رہے جہاں مجلس انصار اللہ قائم نہ ہو۔

(باقی)

بیعت کے منشا کو پورا کرنے والے بنو صرف مسائل سے تم خدا کو خوش نہیں کر سکتے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں -

”ہماری جماعت کو ایسا ہونا چاہیئے کہ نری لفاظی پر نہ رہے بلکہ بیعت کے سچے منشا کو پورا کرنے والی ہو - اندرونی تبدیلی کرنی چاہئیے - صرف مسائل سے تم خدا تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتے - اگر اندرونی تبدیلی نہیں تو تم میں اور تمہارے غیر میں کچھ فرق نہیں - اگر تم میں مکر فریب کسل اور سستی پائی جائے تو تم دوسروں سے پہلے ہلاک کئے جاؤ گے - ہر ایک کو چاہئیے کہ اپنے بوجھ کو اٹھائے اور اپنے وعدہ کو پورا کرے - عمر کا اعتبار نہیں - دیکھو مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ فوت ہوگئے - ہر جمعہ میں ہم کوئی نہ کوئی جنازہ پڑھتے ہوں - جو کچھ کرنا ہے اب کر لو- جب موت کا وقت آتا ہے تو پھر تاخیر نہیں ہوتی - جو شخص قبل از وقت نیکی کرتا ہے امید ہے کہ وہ پاک ہو جائے - اپنے نفس کی تبدیلی کے واسطے سعی کرو - نماز میں دعائیں مانگو صدقات خیرات سے اور دوسرے ہر طرح کے حیلہ سے والذین جاھدوا فینا میں شامل ہوجاؤ - جس طرح بیمار طبیب کے پاس جاتا، دوائی کھاتا، مسہل لیتا، خون نکلواتا، ٹکور کرواتا اور شفا حاصل کرنے کے واسطے ہر طرح کی تدبیر کرتا ہے اسی طرح اپنی روحانی بیماریوں کو دور کرنے کے واسطے ہر طرح کی کوشش کرو صرف زبان سے نہیں بلکہ مجاھدہ کے جس قدر طریق خداتعالیٰ نے فرمائے ہیں وہ سب بجا لاؤ - صدقہ خیرات کرو، جنگلوں میں جا کر دعا کرو، سفر کی ضرورت ہو تو وہ بھی کرو . . . اللہ تعالیٰ حیلے کرنے والے کو پسند کرتا ہے“

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۸۸-۱۸۹)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہوا